# "حضرتِ اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل کیلئے پھر یاددہانی"

رسالہ میگزین کی کثرت اشاعت و اعانت کے متعلق جس قدر حد سے بڑھے ہوئے پُرزور الفاظ میں حضرت اقدس عہ نے اپنی جماعت کے پُرجوش باہمت و مخلص احباب کو تاکید اکید فرمائی ہے وہ اس امر کی متقضی تھی کہ اپنی جماعت کا کوئی فرد اس رسالہ کی خریداری سے محروم نہ رہتا۔ لیکن موجودہ تعداد خریداری ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت اقدس عہ کے یہ دل کو ہلا دینے والے تاکیدی پُرزور الفاظ ابھی اپنی جماعت کے جملہ مخلص احباب کے کانوں تک نہین پہونچے ورنہ اپنے مخلص احباب کی باہمت اور پُرجوش روحین جب تک رسالہ کی خریداری کو حضرت اقدس عہ کی فرمائی ہوئی دس ہزار تعداد تک نہ پہونچا دیتین اپنے پیارے مطاع امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی بجاآوری مین اپنے تن دھن کسی قسم کی خدمت و اعانت سے فرق نہ رکھتین۔

بلا ریب نسبتاً اب درخواست ہائے خریداری کا بڑھنا شروع ہو گیا ہے مگر الحال ہمین وہ روزافزون ترقی نظر نہین آتی جو جلد تر تعداد خریداری کو حضرت اقدس عہ کی فرمائی ہوئی تعداد تک پہونچانے کے لئے درکار ہے۔ لہذا ایک دفعہ پھر اپنے مخلص احباب و برادران کو حضرت اقدس عہ کے ارشاد کی تعمیل کیطرف توجہ دلائی جاتی ہے تاکہ وہ تعداد خریداری کو بڑھانے کی کوشش کے علاوہ حضرت اقدس علیہ السلام کے ارشاد کے ان تاکیدی الفاظ کو اپنے دیگر برادران کے کانون تک پہونچانے کی بھی سعی فرماوین تاکہ اپنی جماعت کا ہر ایک مخلص بھائی خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اپنے پیارے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے مطلع ہو کر رسالہ کی اشاعت و اعانت مین حسب استطاعت و حسب توفیق خود حصہ لیکر سابق بالخیرات بنے جو اسکے لئے باعث حصول ثواب عقبےٰ ہو۔ حسنات دارین حاصل کرنے کا عین موقعہ ہے۔ کاش! کوئی وقت پہچانے اس کی قدر کرنے والا ہو۔ درگاہ رب العزت سے تہِ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم و رحمت غیر متناہی سے اپنی جماعت کے جمیع مخلص احباب کے دلوں کو ایسے کار ہائے خیر مین سبقت لیجانے کی توفیق بخشے۔ جس سے ثمرات حسنہ اخروی حاصل کر سکین۔ آمین ثم آمین۔

مینیجر

آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے ✤ لو تمہین طور تسلی کا بتایا ہم نے

# ریویو آف ریلیجنز

یعنی

# دنیا کے مذاہب پر نظر

Digitized by Khilafat Library

جلد ۳ بابت ماہ مارچ ۱۹۰۴ء نمبر ۳

## فہرست مضامین


| | |
|---|---|
| اسلام کی حقیقت ...... ۸۵-۸۷ | عیسائی مناظرین کی غلط بیانیان اور اصل مقصد سے انحراف ۹۹-۱۰۷ |
| سلسلہ احمدیہ کے ملکی تعلقات ۸۵-۹۹ | ترک اسلام کا جواب ......... ۱۰۷-۱۱۲ |


قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - مارچ ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا + چندہ سالانہ اردو پرچہ ......... عہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اسلام کی حقیقت

(از حضرت مسیح موعودؑ)

واضح ہو کہ لغت عرب مین اسلام اس کو کہتے ہین کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جائے اور یا یہ کہ کسی کو اپنا کام سونپین اور یا یہ کہ صلح کے طالب ہون اور یا یہ کہ کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دین +

اور اصطلاحی معنے اسلام کے وہ ہین جو اس آیت کریمہ مین اس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ + یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ مین اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالےٰ کے لئے اور اسکے ارادون کی پیروی کیلئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کامون پر خدا تعالےٰ کیلئے قایم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتین اس کی راہ مین لگا دیوے۔ مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔ "اعتقادی" طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو در حقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالےٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اسکے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور "عملی" طور پر اس طرح سے کہ خالصاً لِلّٰہ حقیقی نیکیان جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہین بجا لاوے مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ مین اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے +

پھر بقیہ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ جس کی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنا اُس سے صادر ہون وہی ہے جو عند اللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگون پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہین یعنی ایسے لوگون کے لئے نجات نقد موجود ہے کیونکہ جب انسان کو اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لا کر اس سے موافقت تامہ ہو گئی اور ارادہ اس کا خدا تعالےٰ کے ارادہ سے ہمرنگ

ہو گیا۔ اور تمام لذت اس کی فرمانبرداری مین ٹھہرگئی اور جمیع اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگے تو یہی وہ کیفیت ہے جسکو فلاح اور نجات اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہئے اور عالم آخرت مین جو کچھ نجات کے متعلق مشہود و محسوس ہوگا وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال و آثار ہین جو اس جہان مین جسمانی طور پر ظاہر ہو جائینگے۔ مطلب یہ ہے کہ بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے اور جہنمی عذاب کی جڑھ بھی اسی جہان کی گندی اور کورانہ زیست ہے +

اب آیات ممدوحہ بالا پر ایک نظر غور ڈالنے سے ہر یک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت تب کسی مین متحقق ہو سکتی ہے کہ جب اسکا وجود معہ اپنی تمام باطنی و ظاہری قوے کے محض خدا تعالے کیلئے اور اس کی راہ مین وقف ہو جاوے اور جو امانتین اس کو خدا تعالی کی طرف سے ملی ہین پھر اسی معطی حقیقی کو واپس دیجائین اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ مین بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اُسکے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور اسکا رحم اور اسکا علم اور اسکا حلم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتین اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور اور جو کچھ اس کا سر کے بالون سے پیرون کے ناخنون تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہانتک کہ اس کی نیّات اور اس کے دل کے خطرات اور اسکے نفس کے جذبات سب خدا تعالے کے ایسے تابع ہو گئے ہین کہ جیسے ایک شخص کے اعضا اس شخص کے تابع ہوتے ہین۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدق قدم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اسکا ہے وہ اسکا نہین بلکہ خدا تعالے کا ہو گیا ہے اور تمام اعضاء اور قوٗے الٰہی خدمت مین ایسے لگ گئے ہین کہ گویا وہ جوارح الحق ہین۔

اور ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خدا تعالے کی راہ مین زندگی کا وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالے کو ہی اپنا.... معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادۃ اور محبت اور خوف اور رجا مین کوی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اُسکی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بدل و جان قبول کئے جائین اور نہایت نیستی اور تذلل سے ان سب حکمون اور حدون اور قانونون اور تقدیرون کو بارادت تام سر پر اٹھا لیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتین اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتون کے معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت اور سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنیکے لئے ایک واسطہ اور اسکے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہین بخوبی معلوم کر لیجائین۔ دوسری قسم اللہ تعالے کی راہ مین زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اسکے بندون کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غمخواری مین اپنی زندگی وقف کر دیجاوے دوسرون کو آرام پہونچانے کے لئے دکھ اٹھاوین اور دوسرون کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کر لین +

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلےٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہل اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اسکے تمام قوتون اور خواہشون اور ارادون کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی انانیّت سے مع اس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اسی کی راہ مین نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور پر اسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائیگا کہ جب اس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہو کر اس کے نفس امارہ کا نقش ہستی مع اس کے تمام جذبات کے یکدفعہ مٹ جائے اور پھر اس موت کے بعد محسن للہ ہونیکی نئی زندگی اس مین پیدا ہو جائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس مین بجز طاعت خالق اور ہمدردی مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔ خالق کی اطاعت اس طرح سے کہ اس کی عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کیلئے بے عزتی اور ذلت قبول کرنیکے لئے مستعد ہو اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنیکے لئے ہزارون موتون کے قبول کرنیکے لئے تیار ہو۔ اور اس کی فرمانبرداری مین ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضاجوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلادے کہ گویا وہ کھا جانیوالی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنیوالی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتون کے ساتھ بھاگنا چاہئے غرض اس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اسکے پیوند کے لئے جانکاہ زخمون سے مجروح ہونا قبول کر لے اور اس سے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے +

اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہین اور جسقدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسّام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور مین محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچاوے اور ہر ایک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونون کی اصلاح کے لئے زور لگاوے +

مگر یہ للہی وقف محض اس صورت مین اسم با مسمّٰی ہوگی کہ جب تمام اعضا الٰہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگ پذیر ہو جائین کہ گویا وہ ایک الٰہی آلہ ہین جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعال الٰہیّہ ظہور پذیر ہوتے ہین یا ایک مصفا آئینہ ہین جس مین تمام مرضیات الٰہیّہ بصفائے تام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی ہین۔ اور جب اس درجہ کاملہ للہی طاعات و خدمات پہنچ جائین تو اس صبغۃ اللہ کی برکت سے اس وصف کے انسان کی قوے اور جوارح کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ مثلاً یہ آنکھین خدا تعالےٰ کی آنکھین اور یہ زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور یہ ہاتھ خدا تعالےٰ کے ہاتھ اور یہ کان خدا تعالےٰ کے کان اور یہ پاؤن خدا تعالےٰ کے پاؤن ہین۔ کیونکہ وہ تمام اعضاء اور قوتین للہی راہون مین خدا تعالےٰ کے ارادون سے پُر ہو کر اور اس کی خواہشون کی تصویر بنکر اس لایق ہو جاتے ہین کہ ان کو اسی کا روپ کہا جاوے وجہ یہ کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء پورے طور پر اس کی مرضی اور ارادہ کے تابع ہوتے ہین ایسا ہی کامل انسان اس درجہ پر پہنچکر خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور مالکیت اور معبودیت اور اس کی ہر ایک مرضی اور خواہش کی بات ایسی ہو اسکو پیاری معلوم ہوتی ہے کہ جیسی خود خدا تعالیٰ کو سو یہ

مرضیات و ارادات سے مراد تعلقات ہے اسی لئے ایسا ہی خدا تعالیٰ کی عظمت اور

عظیم الشان الٰہی طاعت وخدمت جو پیار اور محبت سے ملی ہوئی اور خلوص اور حنفیت سے بھری ہوئی ہی یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لب لباب ہی جو نفس اور خلق اور ہوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنیکے بعد ملتا ہی

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت موصوفہ بالا یعنے بلیٰ من اسلم وجہہ للّٰہ وہو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون + سعادت تامہ کے تینوں ضروری درجوں یعنی فنا اور بقا اور لقا کیطرف اشارت کرتی ہی کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہین اسلم وجہہ للّٰہ کا فقرہ یہ تعلیم کر رہا ہے کہ تمام قوٰے اور اعضاء اور جو کچھ اپنا ہے خدا تعالےٰ کو سونپ دینا چاہئے اور اس کی راہ مین وقف کر دینا چاہئے اور یہ وہی کیفیت ہے جسکا نام دوسرے لفظوں مین فنا ہے وجہ یہ کہ جب انسان نے حسب مفہوم اس آیت ممدوحہ کے اپنا تمام وجود معہ اس کی تمام قوتوں کے خدا تعالےٰ کو سونپ دیا اور اس کی راہ مین وقف کر دیا اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں سے بکلی باز آگیا۔ تو بلاشبہ ایک قسم کی موت اُسپر طاری ہوگئی اور اسی موت کو اہل تصوف فنا کے نام سے موسوم کرتے ہین +

پھر بعد اسکے ”وَہُوَ مُحْسِنٌ“ کا فقرہ مرتبہ بقا کیطرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ جب انسان بعد فنا اکمل و اتم وسلب جذبات نفسانی۔ الٰہی جذبہ اور تحریک سے پھر جنبش مین آیا اور بعد منقطع ہوجانے تمام نفسانی حرکات کے پھر ربانی تحریکوں سے پُر ہوکر حرکت کرنے لگا تو یہ وہ حیات ثانی ہے جسکا نام بقا رکھنا چاہئے +

پھر بعد اسکے یہ فقرات ”فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“ + جو اثبات وایجاب اجر ونفی وسلب خوف وحزن پر دلالت کرتی ہین یہ حالتِ لقا کیطرف اشارہ ہے کیونکہ جسوقت انسان کی عرفان اور یقین اور توکل اور محبت مین ایسا مرتبہ عالیہ پیدا ہوجائے کہ اسکے خلوص اور ایمان اور وفا کا اجر اس کی نظر مین وہمی اور خیالی اور ظنی نہ رہی بلکہ ایسا یقینی اور قطعی اور مشہود اور مرئی اور محسوس ہو کہ گویا وہ اسکو مل چکا ہے اور خدا تعالےٰ کے وجود پر ایسا یقین ہوجائے کہ گویا وہ اسکو دیکھ رہا ہے اور ہر ایک آیندہ کا خوف اسکی نظر سے اٹھ جاوے اور ہر ایک گذشتہ اور موجودہ غم کا نام ونشان نہ رہے اور ہر ایک روحانی تنعم موجود الوقت نظر آوے تو یہی حالت جو ہر ایک قبض اور کدورت سے پاک اور ہر ایک دغدغہ اور شک سے محفوظ اور ہر ایک درد انتظار سے منزہ ہے۔ لقا کے نام سے موسوم ہے اور اس مرتبہ لقا پر محسن کا لفظ جو آیت مین موجود ہے نہایت صراحت سے دلالت کر رہا ہے کیونکہ احسان حسب تشریح نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اسی حالت کا نام ہی کہ جب انسان اپنی پرستش کی حالت مین خدا تعالےٰ سے ایسا تعلق پیدا کرے کہ گویا اسکو دیکھ رہا ہے +

اور یہ لقا کا مرتبہ تب سالک کیلئے کامل طور پر متحقق ہوتا ہے کہ جب ربانی رنگ بشریت کے رنگ وبو کو بتمام وکمال اپنے رنگ کے نیچے متواری اور پوشیدہ کر دیوے جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے ایسا چھپا لیتی ہی کہ نظر ظاہر مین بجز آگ کے اور کچھ دکھائی نہین دیتا یہ وہی مقام ہے جسپر پہنچکر بعض سالکین نے لغزشین کھائی ہین اور شہودی پیوند کو وجودی پیوند کے رنگ مین سمجھ لیا ہے۔ اس مقام مین جو اولیاء اللہ

پہنچے ہیں یا جن کو اس میں سے کوئی گھونٹ میسر آگیا ہے۔ بعض اہل تصوف نے انکا نام اطفال اللہ رکھدیا ہے اس مناسبت سے کہ وہ لوگ صفات الٰہی کے کنار عاطفت میں پلکر جا پڑے ہیں اور جیسے ایک شخص کا لڑکا اپنے حلیہ اور خط و خال میں کچھ اپنے باپ سے مناسبت رکھتا ہو ویسا ہی انکو بھی ظلی طور پر بوجہ تخلق باخلاق اللہ خداتعالیٰ کی صفات جمیلہ سے کچھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے ایسے نام اگرچہ کھلے کھلے طور پر بزبان شرع مستعمل نہیں ہیں مگر درحقیقت عارفوں نے قرآن کریم سے ہی اسکو استنباط کیا ہے کیونکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ یعنے اللہ تعالےٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ اگر مجازی طور پر ان الفاظ کا بولنا منہیات شرع سے ہوتا تو خداتعالیٰ ایسی طرز سے اپنے کلام کو منزہ رکھتا جس سے اس اطلاق کا جواز مستنبط ہو سکتا ہے ✤

اور اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اسکا اثر پڑا کہ کوئی اُن میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اسکا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کیطرف اللہ جلشانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ط یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خداتعالےٰ نے پھینکا یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا +

اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو شق القمر ہے اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔ کوئی دعا اُسکے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آگیا تھا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جنکے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اسقدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا۔ اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنی لبوں سے برکت دیکر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا۔ اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اسکو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جنکے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے

پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جنکے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان معجزات سے انکار کریں تو وہ معذور ہیں کیونکہ وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے جس میں ظلی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے پس اگر وہ ایسی باتوں پر ہنسیں تو وہ اپنی ہنسنے میں بھی معذور ہیں کیونکہ انہوں نے بجز طفلانہ حالت کے اور کسی درجہ روحانی بلوغ کو طے نہیں کیا۔ اور نہ صرف اپنی حالت ناقص رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر خوش ہیں کہ اسی حالت ناقصہ میں مریں بھی +

مگر زیادہ تر افسوس ان عیسائیوں پر ہے جو بعض خوارق اسی کے مشابہ مگر ان سے ادنیٰ حضرت مسیح میں سُن سُنا کر ان کی الوہیت کی دلیل ٹھہرا بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا مردوں کا زندہ کرنا اور مفلوجوں اور مجذوموں کا اچھا کرنا اپنے اقتدار سے تھا۔ کسی دعا سے نہیں تھا اور یہ دلیل اس بات پر ہے کہ وہ حقیقی طور پر ابن اللہ بلکہ خدا تھا۔ لیکن افسوس کہ ان بیچاروں کو خبر نہیں کہ اگر انہیں باتوں سے انسان خدا بن جاتا ہے تو اس خدائی کا زیادہ تر استحقاق ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ اس قسم کے اقتداری خوارق جسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز دکھلا نہیں سکے اور ہمارے ہادی و مقتدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت زمانہ ظہور میں آتا ہے اور اس دنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہیگا اور الٰہی طاقت کا پرتوہ جس قدر اس امت کی مقدس روحوں پر پڑا ہے اس کی نظیر دوسری امتوں میں ملنی مشکل ہے پھر کس قدر بیوقوفی ہے کہ ان خارق عادت امور کی وجہ سے کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا جائے اگر ایسے ہی خوارق سے انسان خدا بن سکتا ہے تو پھر خداؤں کا کچھ انتہا بھی ہے ؟

لیکن یہ بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں مگر پھر بھی خدا تعالےٰ کے ان خاص افعال سے جو بلا توسط ارادہ غیری ظہور میں آتے ہیں کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے اور نہ برابر ہونا انکا مناسب ہے۔ اسیوجہ سے جب کوئی نبی یا ولی اقتداری طور پر بغیر توسط کسی دعا کے کوئی ایسا امر خارق عادت دکھلاوے جو انسان کو کسی حیلہ اور تدبیر اور علاج سے اسکی قوت نہیں دیگئی تو نبی کا وہ فعل خدا تعالیٰ کے ان افعال سے کم رتبہ پر رہیگا جو خود خدا تعالیٰ علانیہ اور بالجہر اپنی قوت کاملہ سے ظہور میں لاتا ہے یعنی ایسا اقتداری معجزہ بہ نسبت دوسرے الٰہی کاموں کے جو بلا واسطہ اللہ جلشانہ سے ظہور میں آتے ہیں ضرور کچھ نقص اور کمزوری اپنے اندر موجود رکھتا ہوگا تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں تشابہ فی الخلق واقع نہ ہو۔ اسیوجہ سے حضرت موسیٰ کا عصا باوجود اسکے کہ کئی دفعہ سانپ بنا لیکن آخر عصا کا عصا ہی رہا۔ اور حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر انکا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کے مٹی ہی تھیں اور کہیں خدا تعالےٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہوگئیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق میں چونکہ طاقت الٰہی سب سے زیادہ بھری ہوئی تھی کیونکہ وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تجلیات الٰہیہ کے لئے اتم و اعلیٰ و ارفع و اکمل نمونہ تھا اسلئے

ہماری نظر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق کو کسی درجہ بشریت پر مقرر کرنے سے قاصر ہین مگر تاہم ہمارا اس پر ایمان ہی کہ اس جگہ بھی اللہ جلشانہ اور اس کے رسول کریم کے فعل مین مخفی طور پر کچھ فرق ضرور ہوگا۔

اب ان تحریرات سے ہماری غرض اس قدر ہے کہ لقا کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آتا ہی تو اس مرتبہ کی توجّہ کے اوقات مین الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہین اور ایسے شخص کی گہری صحبت مین جو شخص ایک حصہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ یہ اقتداری خوارق مشاہدہ کریگا کیونکہ اس توجّہ کی حالتمین کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلّی طور پر انسان مین آجاتا ہے یہانتک کہ اس کا رحم خدا تعالےٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہوجاتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہی کہ فلان چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہی اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہی تو اسپر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہی تو وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالےٰ کا کُن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہی ایسا ہی اسکا کُن بھی اس توجّہ اور مدّ کی حالتمین خطا نہین جاتا اور جیسا کہ مین بیان کر چکا ہون ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہی کہ یہ شخص شدت اتصال کیوجہ سے خدائے عزوجل کے رنگ سے ظلّی طور پر رنگین ہو جاتا ہی اور تجلیات الٰہیہ اسپر دائمی قبضہ کر لیتے ہین اور محبوب حقیقی حجب حائلہ کو درمیان سے اٹھا کر نہایت شدید قرب کیوجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہی ایسا ہی اسکے اقوال و افعال و حرکات اور سکنات اور خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم مین برکت رکھ دیتا ہی تب ہر ایک چیز جو اس سے مسّ کرتی ہی بغیر اسکے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہی اس کے مکان مین برکت ہوتی ہی اس کے دروازون کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہین اس کے گھر کے دروازون پر برکت برستی ہی جو ہر دم اسکو مشاہدہ ہوتی ہی اور اس کی خوشبو اسکو آتی ہے جب یہ سفر کرے تو خدا تعالےٰ معہ اپنی تمام برکتون کے اسکے ساتھ ہوتا ہے جس کی کنہ بجز خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہین جانتا

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ فنا فی اللہ کے درجہ کی تحقق کے بعد یعنے اس درجہ کے بعد جو اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کے مفہوم کو لازم ہے جسکو صوفی فنا کے نام سے اور قرآن کریم استقامت کے اسم سے موسوم کرتا ہی۔ درجہ بقا اور لقا کا بلا توقف پیچھے آنیوالا ہے یعنی جبکہ انسان خلق اور ہوا اور ارادہ سے بکلّی خالی ہو کر فنا کی حالت کو پہنچ گیا تو اس حالت کے راسخ ہونیکے ساتھ ہی بقا کا درجہ شروع ہو جاتا ہی مگر جبتک یہ حالت راسخ نہ ہوا ور خدا تعالیٰ کی طرف بکلّی جھک جانا ایک طبعی امر نہ ٹھہر جائے تب تک مرتبہ بقا کا پیدا نہین ہو سکتا بلکہ وہ مرتبہ صرف اسیوقت پیدا ہوگا کہ جب ہر ایک طاعت کا تصنّع درمیان سے اٹھ جائے اور ایک طبعی روئیدگی کی طرح فرمانبرداری کی سر سبز اور لہراتی ہوئی شاخین دل سے جوش مار کر نکلین اور واقعی طور پر سب کچھ جو اپنا سمجھا جاتا ہی۔ خدا تعالےٰ کا ہو جائے اور جیسے دوسرے لوگ ہوا پرستی مین لذت اٹھاتے ہین اس شخص کی تمام کامل لذتین پرستش اور یاد الٰہی مین ہون۔ اور بجائے نفسانی ارادون کے خدا تعالیٰ کی مرضیات جگہ پکڑ لین ＊

پھر جب یہ بقا کیحالت بخوبی استحکام پکڑ جائے اور سالک کے رگ و ریشہ مین داخل ہو جائے اور اسکا جزو وجود بن جائے۔

م اور جب یہ عمر میں آوے تو کل اپنے اقوال و افعال کا اظہار نہ کرے عیب ان سے ہوا ہو

اور ایک نور آسمان سے اترتا ہوا دکھائی دے جسکے نازل ہونیکے ساتھ ہی تمام پردے دور ہو جائیں اور نہایت لطیف اور شیرین اور حلاوت سے ملی ہوئی ایک محبت دل میں پیدا ہو جو پہلے نہیں تھی اور ایک ایسی خنکی اور اطمینان اور سکینت اور سرور دل کو محسوس ہو کہ جیسے ایک نہایت پیارے دوست مدت کے بچھڑے ہوئے کے یکدفعہ ملنے اور بغلگیر ہونیسے محسوس ہوتی ہے اور خداتعالیٰ کے روشن اور لذیذ اور مبارک اور سرور بخش اور فصیح اور معطر اور مبشرانہ کلمات اٹھتے اور بیٹھتے اور سوتے اور جاگتے اس طرح پر نازل ہونے شروع ہو جائیں کہ جیسے ایک ٹھنڈی اور دلکش اور پر خوشبو ہوا ایک گلزار پر گذر کر آتی اور صبح کے وقت چلنی شروع ہوتی اور اپنے ساتھ ایک سکر اور سرور لاتی ہے۔ اور انسان خداتعالیٰ کی طرف ایسا کھینچا جائے کہ بغیر اس کی محبت اور عاشقانہ تصوّر کے جی نہ سکے اور نہ یہ کہ مال اور جان اور عزت اور اولاد اور جو کچھ اسکا ہے قربان کرنیکے لئے تیار ہو بلکہ اپنے دل میں قربان کر ہی چکا ہو اور ایسی ایک زبردست کشش سے کھینچا گیا ہو جو نہیں جانتا کہ اسے کیا ہو گیا۔ اور نورانیت کا بشدت اپنے اندر انتشار پاوے جیسا کہ دن چڑھا ہوا ہوتا ہے اور صدق اور محبت اور وفا کی نہریں بڑے زور سے چلتی ہوئی اپنے اندر مشاہدہ کرے اور لحظہ لحظہ ایسا وہ احساس کرتا ہو کہ گویا خداتعالیٰ اسکے قلب پر اترا ہوا ہے جب یہ حالت اپنی تمام علامتوں کے ساتھ محسوس ہو تب خوشی کرو اور محبوب حقیقی کا شکر بجا لاؤ کہ یہی وہ انتہائی مقام ہے جسکا نام لقا رکھا گیا ہے +

اس آخری مقام میں انسان ایسا احساس کرتا ہے کہ گویا بہت سے پاک پانیوں سے اسکو دھو کر اور نفسانیت کا بکلی رگ و ریشہ اس سے الگ کر کے نئے سرے اسکو پیدا کیا گیا اور پھر رب العالمین کا تخت اسکے اندر بچھایا گیا اور خدائے پاک و قدوس کا چمکتا ہوا چہرہ اپنے تمام دلکش حسن و جمال کے ساتھ ہمیشہ کیلئے اسکے سامنے موجود ہو گیا ہے مگر ساتھ اسکے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دونوں آخری درجہ بقا اور لقا کے کسبی نہیں ہیں بلکہ وہبی ہیں اور کسب اور جد و جہد کی حد صرف فنا کے درجہ تک ہے اور اسی حد تک تمام راستباز سالکوں کا سیر و سلوک ختم ہوتا ہے اور دائرہ کمالات انسانیہ کا اپنے استدارت تامہ کو پہنچتا ہے اور جب اس درجہ فنا کو پاک باطن لوگ جیسا کہ چاہیئے طے کر چکتے ہیں تو عادت الٰہیہ اسی طرح پر جاری ہے کہ یکدفعہ عنایت الٰہی کی نسیم چلکر بقا اور لقا کے درجہ تک انہیں پہنچا دیتی ہے اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس سفر کی تمام صعوبتیں اور مشقتیں فنا کی حد تک ہی ہیں اور پھر اس سے آگے گذر کر انسان کی سعی اور کوشش اور مشقت اور محنت کو دخل نہیں بلکہ وہ محبت صافیہ جو فنا کی حالت میں خداوند کریم و جلیل سے پیدا ہوتی ہے الٰہی محبت کا خود بخود اسپر ایک نمایاں شعلہ پڑتا ہے جسکو مرتبہ بقا اور لقا سے تعبیر کرتے ہیں اور جب محبت الٰہی بندہ کی محبت پر نازل ہوتی ہے تب دونوں محبتوں کے ملنے سے روح القدس کا ایک روشن اور کامل سایہ انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور لقا کے مرتبہ پر اس روح القدس کی روشنی نہایت ہی نمایاں ہوتی ہے اور اقتداری خوارق جنکا ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں اسیوجہ سے ایسے لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ روح القدس کی روشنی ہر وقت اور ہر حال میں انکے شامل حال ہوتی ہے اور انکے اندر سکونت رکھتی ہے۔ اور وہ اس روشنی سے کبھی اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتے اور نہ وہ روشنی ان سے جدا ہوتی ہے وہ روشنی ہر دم

ان کے تنفس کے ساتھ نکلتی ہو اور ان کی نظر کے ساتھ ہر ایک چیز پر پڑتی ہو اور ان کی کلام کے ساتھ اپنی نورانیت لوگونکو دکھلاتی ہو اسی روشنی کا نام روح القدس ہو مگر یہ حقیقی روح القدس نہین حقیقی روح القدس وہ ہے جو آسمان پر ہے یہ روح القدس اس کا ظل ہو جو پاک سینون اور دلون اور دماغون مین ہمیشہ کے لیئے آباد ہو جاتا ہے اور ایک طرفۃ العین کیلئے بھی ان سے جدا نہین ہوتا اور جو شخص تجویز کرتا ہو کہ یہ روح القدس کسی وقت اپنی تمام تاثیرات کے ساتھ ان سے جدا ہو جاتا ہے وہ شخص سراسر باطل پر ہے اور اپنے پر ظلمت خیال سے خدا تعالےٰ کے مقدس برگزیدون کی توہین کرتا ہے ہان یہ سچ ہے کہ حقیقی روح القدس تو اپنے مقام پر ہی رہتا ہے لیکن روح القدس کا سایہ جسکا نام مجازاً روح القدس ہی رکھا جاتا ہو ان سینون اور دلون اور دماغون اور تمام اعضا مین داخل ہوتا ہے جو مرتبہ بقا اور لقا کا پاکر اس لائق ٹھہر جاتے ہین کہ ان کی نہایت اصفیٰ اور اجلیٰ محبت پر خدا تعالیٰ کی کامل محبت اپنی برکات کے ساتھ نازل ہو۔ اور جب وہ روح القدس نازل ہوتا ہو تو اس انسان کے وجود سے ایسا تعلق پکڑ جاتا ہے کہ جیسے جان کا تعلق جسم سے ہوتا ہے وہ قوت بینائی بن کر آنکھون مین کام دیتا ہے اور قوت شنوائی کا جامہ پہن کر کانون کو روحانی حس بخشتا ہو وہ زبان کی گویائی اور دل کے تقوے اور دماغ کی ہشیاری بنجاتا ہے اور ہاتھون مین بھی سرایت کرتا ہے اور پیرون مین بھی اپنا اثر پہنچاتا ہو۔ غرض تمام ظلمت کو وجود مین سے اٹھا دیتا ہو اور سر کے بالون سے لیکر پیرونکے ناخنون تک منور کر دیتا ہے اور اگر ایک طرفۃ العین کیلئے بھی علیحدہ ہو جائے تو فی الفور اس کی جگہ ظلمت آجاتی ہو مگر وہ کاملونکو ایسا نعم القرین عطا کیا گیا ہے کہ ایک دم کے لئے بھی ان سے علیحدہ نہین ہوتا اور یہ گمان کرنا کہ ان سے علیحدہ بھی ہو جاتا ہے بہ دوسرے لفظون مین اس بات کا اقرار ہے کہ وہ بعد اسکے جو روشنی مین آگئے پھر تاریکی مین پڑ جاتے ہین اور بعد اسکے جو معصوم یا محفوظ کیئے گئے پھر نفس امارہ ان کی طرف عود کرتا ہو اور بعد اسکے جو روحانی حواس اُن پر کھولے گئے پھر وہ تمام حواس بیکار اور معطل کئے جاتے ہین سو اے وے لوگو جو اس صداقت سے منکر اور اس نکتہ معرفت سے انکاری ہو مجھ سے جلدی مت کرو اور اپنے ہی نور قلب سے گواہی طلب کرو کہ کیا یہ امر واقعی ہو کہ برگزیدون کی روشنی کسی وقت بتمام و کمال ان سے دور بھی ہو جاتی ہے کیا یہ درست ہے؟ کہ وہ تمام نورانی نشان کامل مومنون سے کمال ایمان کی حالت مین کبھی گم بھی ہو جاتے ہین +

# "سلسلہ احمدیہ کے مُلکی تعلقات"

کچھ عرصہ ہوا کہ اخبار پایونیر مین ایک مضمون نکلا تھا جس مین بے سوچے سمجھے بعض حملے اسلام کے اس فرقے پر کیئے گئے تھے جسکے بانی حضرت میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ہین جو مسیح موعود اور مہدی ہونیکا

دعوے کرتے ہین اور اب پھر وہی مضمون ایک نئے رنگ مین اخبار ٹائمز آف انڈیا مین نکلا ہے- ان مضامین مین خواہ وہ ایک ہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین یا الگ الگ ہاتھون کے- دعوے تو یہ کیا گیا ہے کہ وہ بے رو رعایت لکھے گئے ہین لیکن جب مسیح موعودؑ کی تعلیم کو غور اور تحقیق کی نظر سے دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا مذہبی عناد سے لکھ رہا ہے اور اس فرقہ کے خلاف اسے خصوصیت سے تعصب ہے- ان دونون مضمونون کی بنا پادری گرسولڈ کے رسالے پر رکھی گئی ہے جسکا بحیثیت پادری ہونیکے فرض منصبی تھا کہ اس شخص کی نسبت جسنے مسیح موعود ہونیکا دعوے کیا ہے دل کھول کر غلط بیانی کرے- اسلئے مضمون کے لکھنے والون نے پہلا قدم ہی غلط اٹھایا ہے- شروع مین نبیون اور اُن کی پیش گوئیون کی مذمت کی ہے اور اس حصہ کے ساتھ تو شاید پادری گرسولڈ صاحب کو بھی اتفاق نہ ہو جنکے رسالہ پر یہ ریویو ہے- کیونکہ حضرت عیسےؑ بھی ایک نبی تھے اور بعض عیسائیون کا خیال ہے کہ جس نبی کے متعلق موسےؑ نے پیشگوئی کی ہے وہ یسوع ہی ہے غالباً خود راقم مضمون کو بھی اس کے ساتھ اتفاق نہ ہو یا کم از کم اس قدر جرأت نہ ہو کہ جس طرح اس نے ہندوستان کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ہندوستان کو اسوقت کسی اور نبی کی ضرورت نہ تھی اسی طرح یہ بھی کسی اخبار مین شائع کرے کہ اس سے انیس سو سال پہلے ملک شام کو کسی اور نبی کی ضرورت نہ تھی- جہان ان لوگون کی یہ غرض ہوتی ہے کہ کسی غیر عیسائی سلسلہ کی تردید کی جاوے تو ایسی باتین آسانی سے لکھ دی جاتی ہین لیکن عیسائی مذہب یا یسوع مسیح کے متعلق یہی بات کبھی نہین کہی جاتی +

اس وقت ہم ان مضامین پر بتمام وکمال بحث کرنا نہین چاہتے بلکہ ان کے صرف اس حصہ کی تردید اسجگہ کیجاوے گی جس مین اس سلسلہ پر پولٹیکل رنگ مین حملے کئے گئے ہین لیکن یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ ان مضامین کے اس رنگ مین لکھے جانے کی اصلی وجہ مذہبی عناد اور تعصب کے سوائے اور کچھ نہین اگرچہ ان مین جابجا یہ کوشش کی گئی ہے کہ مذہبی رنگ کو چھپا کر کسی اور رنگ مین حملہ کیا جاوے مگر تاہم بعض جگہ مضمون نویس کا مذہبی عناد پردہ کو پھاڑ کر باہر نکل آیا ہے مثلاً ایک جگہ لکھا ہے "مرزا صاحب مدت سے عیسائی مذہب پر سخت حملے کر رہے ہین اسلئے اگر انکے ساتھ اب عیسائیون کیطرف سے سختی سے سلوک کیا جائے تو انہین گلہ نہین کرنا چاہئے وہ بہت مدت سے شہرت کے خواہان ہین اور اب انکو شہرت ملتی ہے کئی سالون تک تو پادری متامل رہے کہ آیا یہ مدعی جو سب سے بڑا مرتد ہے اسی قابل ہے کہ اسکا پول کھولا جاوے اور اسپر حملہ کیا جاوے یہانتک کہ آخرکار ڈاکٹر گرسولڈ نے یہ کام اختیار کیا" اور ایک اور جگہ پر لکھا ہے "مرزا غلام احمد صاحب کے بہت سارے جوش کلام مین سے ہم مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہین وہ لکھتے ہین کہ مریم کے بیٹے مین وہ کونسی خصوصیات ہین جنسے وہ خدا بنتا ہے" وغیرہ- یہ امر قابل غور ہے کہ سختی سے حملے کرنے مین مسلمانون کی طرف سے یا مرزا صاحب کیطرف سے ابتدا نہین ہوئی بلکہ اس مین پہل کرنے والے یسوع کی بھیڑین تھین جنہون نے راستبازون اور مقدس بزرگون کو گالیان نکالنا ہی نیکی کا کام تصور کیا- ان کی تحریرین اس قدر سخت کلامی سے پُر ہین کہ

مسلمانون نے جو کچھ سختی بالمقابل کی ہو وہ مقابلتہً کچھ بھی نہین ہے۔ چند سال کا ہی ذکر ہے کہ ایک عیسائی کی کتاب نے جس مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات پر سخت ناپاک حملے کئے گئے تھے مسلمانون مین ایک شور برپا کر دیا تھا اور اسوقت بڑی بڑی انجمنون نے اس جوش کی تحریک سے گورنمنٹ سے درخواست کی تھی کہ اس کتاب کے مصنف سے بازپرس کیجاوے۔ اگرچہ مرزا صاحب اس بات مین ان کے ساتھ متفق نہین تھے تاہم اندازہ ہو سکتا ہے کہ حملون کی سختی کس کی طرف سے ہو جس کی شکایت کیجاتی ہو۔ مرزا صاحب کے جو کوئی حملے ہین وہ عیسائی مذہب کے اصولون پر ہین اور ان کا بدلا اس طرح لینا کہ مرزا صاحب کے سلسلہ کے متعلق اخبارون مین غلط بیانیان شائع کی جاوین طریق انصاف نہین ہو۔ اگر مرزا صاحب یہ کہتے ہین کہ مسیح مین کوئی خصوصیت ایسی نہین جسکے باعث اسکو خدا کہا جاوے تو اس کے برا ماننے کی کوئی وجہ نہین ہو خصوصاً اس حالت مین جبکہ خود عیسائی اور کلیسیا کے بڑے بڑے عہدے دار اسی قسم کی رائے کا اظہار صاف لفظون مین کر رہے ہین۔

یہ تو ہمین یقین کامل ہو کہ گورنمنٹ کو اس فرقے کے اصول خوب معلوم ہین اور وہ جانتی ہو کہ اس فرقے کی وفاداری کس قدر ایک ثابت شدہ امر ہے اور اسلئے اس قسم کے اظہار خیالات سے جیسا ان اخبارات مین کیا گیا ہے گورنمنٹ دھوکا نہین کھا سکتی لیکن اس مین شک نہین کہ اس سے پبلک ضرور دھوکا مین پڑ سکتی ہے اور بالخصوص پبلک کا وہ حصہ جو بغیر کامل تحقیقات کے ایک امر مین اپنی رائے قائم کرے قبل اس کے جو اصل سوال پر بحث کیجاوے یہ ضروری ہے کہ دکھایا جاوے کہ کیونکر دو ایسے معزز پرچون مین جیسا اخبار پایونیر اور ٹائمز آف انڈیا ہین محض غلط بیان شائع ہو کر لوگون کو دھوکہ مین ڈالا جاتا ہے مثلاً یہ لکھا گیا ہے کہ "دوائیون کی تجارت مرزا صاحب کے خاندان مین نسلاً بعد نسل چلی آئی ہو اور وہ خود بھی جبتک کہ گورنمنٹ نے انکو روکا نہین طاعون کی ہلچل مین شامل تھے اور اپنے رسالون اور جھوٹی دوائیون کے ساتھ اس جوش مین جو اس وقت پھیلا ہوا تھا حصہ لیتے رہے" یہ بیان محض غلط ہے اور اس مین ایک ذرہ بھر بھی سچائی نہین ہے۔ نہ مرزا صاحب اور نہ ہی انکے آباؤ اجداد مین سے کسی نے کبھی دوا فروشی کی اور نہ ہی انکو ایسی حاجت تھی۔ ان کے اجداد سکھون کے زمانے تک ایک خود مختار ریاست کے حکمران تھے اور اسکے بعد انگریزی سلطنت کے نیچے ان کے والد صاحب میرزا غلام مرتضیٰ صاحب ایک معزز اور مقتدر رئیس تھے چنانچہ بغاوت کے زمانے مین مرزا صاحب موصوف نے گورنمنٹ کو پچاس سوار مع گھوڑون کے ساتھ مدد دی تھی جسکا ذکر سرکاری پروانون مین موجود ہو۔ ایسا ہی گورنمنٹ نے کبھی کوئی حکم نہین دیا کہ مرزا صاحب کوئی دوائی نہ بیچین (اور ایسا حکم ہو ہی کیونکر سکتا تھا جبکہ انہون نے کبھی کوئی دوائی فروخت ہی نہین کی) اور نہ ہی گورنمنٹ نے کبھی یہ حکم دیا ہو کہ مرزا صاحب کوئی رسالہ شائع نہ کرین اور اگر پایونیر کا نامہ نگار یا وہ شخص جس نے اسے یہ اطلاع دی ہو گورنمنٹ کے کسی ایسے حکم کی نقل پیش کر سکتا ہو تو بیشک ثابت ہو جائیگا کہ اس نے مرزا صاحب کے متعلق راست بیانی کی ہو۔ یہ امر بھی اسجگہ ذکر کرنیکے قابل ہو کہ جسوقت

گورنمنٹ کے قواعد طاعون کے متعلق ملک مین ایک شور اور جوش پھیلا ہوا تھا اور جگہ جگہ فساد اور ہنگامے ہو رہے تھے اسوقت مرزا صاحب نے بجائے اسکے کہ اس شور اور ان فسادون مین جیسا کہ کہا گیا ہے کوئی حصہ لیتے اپنے مریدونکا ایک جلسہ خاص قادیان مین منعقد کر کے خود اس مین ایک لکچر دیا جس مین یہ بیان کیا کہ گورنمنٹ نے جو قواعد تجویز کئے ہین ان کی بنا محض نیک نیتی پر ہے اور ان مین سراسر رعایا کی بہبودی اور بہتری مد نظر ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ قواعد شریعت کے خلاف نہین بلکہ عین اسکے منشاء کے مطابق ہین اس جلسہ کی ایک رپورٹ شیخ رحمت اللہ صاحب نے تیار کی چنانچہ پنجاب گورنمنٹ کیطرف سے شیخصاحب موصوف کو ایک چٹھی بھی پہنچی جس مین ممبران جلسہ کا شکریہ ادا کیا گیا تھا کہ انہون نے گورنمنٹ کی تجاویز کی تائید کی ہے یہ اسوقت تھا جبکہ ان قواعد کے سبب سے ملک مین سخت جوش پھیلا ہوا تھا اور کئی موقعون پر فساد بھی ہو چکے تھے۔ پاینیر کا نامہ نگار نہ صرف ان تمام صحیح صحیح واقعات کو ہی نظر انداز کرتا ہے بلکہ انکے خلاف خود ایک کہانی گھڑتا ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح اس سلسلہ کو بدنام کرے افسوس ہے کہ پبلک سے صحیح واقعات کو چھپا کر اس کو ان کی بجائے غلط واقعات سے دھوکا دیا جاتا ہے اور پھر پبلک اخبارون کے ذریعہ سے ان باتون کو دنیا مین شہرت دیکر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ سلسلہ احمدیہ کے متعلق صحیح واقعات ہین۔

ایک اور بات جو ہمیشہ پادریون اور ان کے متبعین کی تحریرون مین جو اس سلسلہ کے متعلق ہون پائی جاتی ہے یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حضرت مرزا صاحب کے ذکر کے ساتھ امام الدین کا ذکر بھی ضرور کر دیتے ہین کہ وہ چوہڑون کا گرو بنا تھا اور ہر دو اخبارات مین یہ کہا گیا ہے کہ ابتک قادیان مین چوہڑونکا سالانہ میلہ ہوتا ہے جہان پنجاب کے سارے چوہڑے اکٹھے ہوتے ہین۔ مرزا امام الدین نے جو پچھلے سال مر بھی چکا ہے چوہڑون کا گرو بننے کی شہرت حاصل کرنی چاہی تھی اور اسکو کامیابی کی امید بھی بظاہر اس سے بہت ہو گئی تھی کیونکہ چوہڑے اکثر عیسائی مذہب کیطرف جا کر پادریون کی رپورٹون مین نو مریدون کی تعداد بڑھا رہے تھے اور اس نے خیال کیا کہ وہ لوگ اسکو خوشی سے گرو قبول کر لینگے۔ ممکن ہے کہ اسکا واقعی یہ خیال ہو کہ ان لوگونکو پادریونکے پھندون سے بچانے کی کوئی تجویز نکالے۔ بہرحال اس کی ایک بات ضرور ان عیسائیونکے لئے قابل غور ہے۔ جو یسوع کو خدا کا بیٹا مانتے ہین وہ کہا کرتا تھا کہ یسوع بیٹا تو ضرور ہے مگر لال بیگ (جس کی چوہڑے پرستش کرتے ہین) خدا کا بھائی ہے اور بھائی کے ہوتے ہوئے بیٹے کو پرستش کا حق نہین پہونچتا۔ افسوس ہے کہ ہمین یہ ناگوار باتین لکھنی پڑین۔ مگر یہ قصور ان لوگون کا ہے جو حضرت مسیح موعود ؑ اور انکے سلسلہ کے ساتھ یہ بے تعلق ذکر ضرور کر دیتے ہین کہ امام الدین نے چوہڑونکا گرو ہونیکا دعوے کیا تھا۔ اگر ایک آدمی ایک جھوٹا دعوے کرے تو اس سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ دوسرا شخص بھی مفتری ہے ان بے تعلق طعنون سے معلوم نہین ایک امر کی اصلیت دریافت کرنے مین کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے یسوع کے بھائی یسوع کو نعوذ باللہ پاگل سمجھتے تھے کیا اس سے اسکے مشن کی سچائی مین کوئی فرق آگیا تھا

ایسا ہی جب حضرت مسیحؑ نے دعوے کیا تو اور کئی لوگوں نے بھی مسیح ہونیکا دعوے کیا تھا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ حضرت مسیح بھی اپنے دعوے مین جھوٹے تھے۔

الغرض امام الدین کی یہ غرض تھی کہ کسی طرح سے خاکروب عیسائیت کیطرف نہ جاوین بلکہ اسکے پیچھے لگ جاوین لیکن اس مین اس کو کامیابی نہ ہوئی کیونکہ ظاہر بڑے بڑے فواید ان کو عیسائیت مین ہی نظر آتے تھے جہان نہ صرف ذلت اور بیگار سے چھوٹ کر دنیوی معاش کی صورت اچھی ہو جاتی تھی بلکہ پہلی یا دوسری پشت تک کوٹ پتلون پہن کر پورے صاحب لوگ بن جاتے تھے۔ مبلہ جسکی بابت نامہ نگار یا اسکے مخبر کو ایسا یقین ہو کہ گویا ان کا چشم دید واقع ہے کئی سال گذشتہ سے اسکا ذکر تک بھی نہین سنا گیا۔ اور بیچارے خاکروب بھی اسجگہ اس تعداد سے کچھ زیادہ نہین ہین جس قدر کہ اپنے کام خاکروبی کے واسطے شل دیگر دیہات و شہر ونکے ان کی احتیاج ہے۔ جب ایک ایسے اخبار مین جو ہندوستان بھر مین ایک اہم پرچہ ہے اور جس کی بڑی وسیع اشاعت ہو ایسے ریمارک دیکھے جاتے ہین تو دلمین ایک رنج پیدا ہوتا ہے اور ایسی بودی اور بے بنیاد خبرون کی بنا پر جناب مسیح موعودؑ کے مشن پر اس طرحسے حملہ کیا جاتا ہے جس سے پولیٹیکل لحاظ سے اس مشن کو نقصان پہونچے اور اس ناواقفیت کے ساتھ اپنی رائے کے بیجا ظاہر ہونے پر وہ یقین ہو جو پوپ کو بھی شرمندہ کر رہا ہے +

ان ہر دو امور متذکرہ بالا سے (ایسے ہی اور بھی بہت امور ہین) ظاہر ہوگا کہ پاینیر کے نامہ نگار کو احمدیہ فرقہ کے بارہ مین غلط خبر ملی ہے اس خبر کا غلط ہونا خود اس بات سے بھی صاف ظاہر ہو کہ وہ اس فرقہ احمدیہ کو وہابی فرقہ سے مشابہت دے رہا ہی۔ علم تاریخ کا جو بالکل مبتدی ہو اسکے منہ سے بھی ایسے کلمات نہین نکل سکتے کیونکہ ان ہر دو فرقہ کے اصولون پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی صاف عیان ہو جاتا ہی کہ یہ دونون فرقہ ایک دوسرے کے بالکل متضاد ہین اور اسلام کے دائرہ کے اندر جسقدر باہمی بُعد کا امکان ہو سکتا ہے اس سے بھی بڑھ کر انکو ایکدوسرے سے دوری ہے۔ یہ دیکھکر افسوس آتا ہے کہ لوگ ایسی بنیاد خبرونکو پبلک اخبارون مین شایع کراتے ہین اور بغیر ان کی صحت کرنیکے اپنے مفسدانہ خیالات کو پھیلاتے ہین + وہابی فرقہ خاص طور پر اسلئے مشہور ہو کہ اسکا جہاد کیطرف میلان ہے۔ حالانکہ فرقہ احمدیہ کی کل تعلیم جہاد کی مخالفت مین ہے کیا اس عظیم الشان اختلاف سے مشابہت باقی رہ جاتی ہی۔ پھر وہابی فرقہ تو یقین کئے بیٹھا ہے کہ ایک مہدی آنیوالا ہے جو کافرونسے جنگ کرکے میدان کارزار گرم کریگا اور کافرون کے خون سے زمین کو بھر دیگا۔ لیکن احمدیہ فرقہ ان خونی عقائد اور اصولون کو جھوٹے سمجھتا ہو اور اسکا اُس مہدی کے نزول پر یقین ہی جو بڑے امن اور صلح سے کلام الٰہی کی تبلیغ و وعظ کر رہا ہے اور اشاعت اسلام کے لئے جہاد کی تلوار کو ممنوع اور حرام سمجھتا ہی وہابیون کی کتابون مین خصوصاً "اقترب الساعۃ" مین اس قسم کے مضمون لکھے گئے تھے جن مین بیان کیا گیا تھا۔ کہ جب مہدی آویگا تو ہندوستان کا بادشاہ جو حسب بیان مصنف کتاب کے انگریز

شہنشاہ ہوگا۔ پابزنجیر ہوکر مہدی کے روبرو۔۔۔ لایا جاویگا اور اسکو حکم دیا جاویگا کہ یا اسلام قبول کرے ورنہ ته تیغ کیا جاوے۔ برعکس اس کے بانی فرقہ احمدیہ نے پچاس یا اس سے بھی زیادہ کتابیں پبلک میں شایع کی ہیں جن تمام میں یا ان میں سے بہت سی کتابوں میں اس نے جہاد کے قطعاً حرام ہونے اور خونی مہدی کے عقائد کے جھوٹا ہونے پر زور دیا ہے۔ اگر کوئی خاص اصول احمدیہ فرقہ کا سب سے بڑا قرار دیا جا سکتا ہی تو وہ دوستد کرہ بالا خطرناک اصولوں کی جو تیرہ صدیوں سے مسلمانوں میں چلے آتے تھے بیخ کنی کرنا اور اسکے برعکس اس امر کی اشاعت کرنا ہے کہ مہدی دلائل اور براہین اور نشانات آسمانی کے ساتھ آیا ہے۔ اس اصول اور مدعا میں وہابی فرقہ اس احمدیہ فرقہ کے بالکل برخلاف ہے اس امر کو پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ میں بھی کھلے طور پر تسلیم کیا گیا ہے چنانچہ روز کہتا ہے "یہ فرقہ بڑے زور سے اس عقیدہ کو رد کرتا ہے۔ کہ اسلام کا مہدی خونی ہوگا۔ اور اس تردید کی بنا صحیح بخاری کو ٹھہراتا ہے جو حدیث کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح موعود لڑائی کو موقوف کر دیگا۔ اپنی ضخیم تصنیفات میں مرزا صاحب نے جہاد کی تعلیم کے خلاف زور سے دلائل پیش کئے ہیں اور استبازی میں یہ فرقہ اہلحدیث کے جو افراط کیطرف چلا گیا ہے بالکل مخالف ہے"۔ اور باوجود اس عظیم الشان اور اصولی اختلاف کے بغیر کسی ثبوت کے یہ کہدیا گیا ہے کہ "احمدیہ فرقہ اب سے چالیس سال پیشتر کے وہابیوں سے بالکل غیر مشابہ بھی نہیں ہی"۔ بیشک اگر ان ہر دو فرقوں کے "ایکدوسرے سے بالکل غیر مشابہ نہونے" کے لغوی معنے لیتے ہیں اور صرف اتنی بات بھی مشابہت کے پایہ کو پہونچ جاتی ہے کہ وہ بھی ایک سلسلہ تھا اور یہ بھی ایک سلسلہ ہے اگرچہ انکے اغراض ایکدوسرے کے مخالف ہی ہوں۔ تو ہمیں اس فقرہ پر کچھ اعتراض نہیں ہی لیکن اگر انہیں باتوں سے مشابہت یا عدم مشابہت پیدا ہوتی ہے تو دنیا میں کوئی دو چیزیں "ایکدوسری کے بالکل غیر مشابہ" نہ ہونگی پس یہ تشبیہ گو مہمل و بے معنی ہی مگر سرکار کی وفادار رعایا کے ایک بڑے حصہ کو اس سے نقصان اور ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے کیونکہ لکھنے والے کا منشاء صاف طور پر فرقہ احمدیہ پر حملہ کرنیکا ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان اخباروں میں جو سلسلہ احمدیہ سے پولیٹکل خطرات کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے اس کی اصلیت کہانتک ہی۔ پنجاب گورنمنٹ کو جو ۱۸۹۸ء میں حضرت مرزا صاحب نے ایک میموریل بھیجا تھا۔ اسکے ایک فقرہ کو پکڑ کر پادری گرسولڈ اور اسکے رسالے کے ریویو کرنیوالوں نے بہت کچھ لکھا ہی اس میموریل میں فرقہ احمدیہ کے اعتقادات کو بیان کرتے ہوئے ایک فقرہ یہ لکھا ہے کہ "دلایل اور آسمانی نشانوں کے ساتھ اسلامی سچائیونکو پھیلانا اور غزا یا جہاد کو موجودہ حالات کے ماتحت ممنوع سمجھنا"۔ پادری گرسولڈ اسکا مقابلہ ملکہ الزبتھ کے رومن کیتھولک رعایا کی حالت کے ساتھ کرتا ہی جنکو پوپ نے یہ حکم دیا تھا کہ "اس کی یعنی ملکہ کی فرمانبرداری کرتے رہیں جبتک کہ اسقدر طاقت ان کی ہو جائے کہ وہ کھلی کھلی بغاوت کر سکیں"۔ اسکو ڈاکٹر گرسولڈ دوسرے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے کہ "پوپ گریگری کے حکم کا منشاء یہ تھا کہ پوپ کیطرف

ملکہ الزبتھ کے خلاف جہاد موجودہ حالات کے ماتحت محال اور ممنوع ہے" اور پھر کہتا ہے کہ "اگر یہ فقرہ "موجودہ حالات کے ماتحت" جو مرزا صاحب نے استعمال کیا ہے کوئی معنے رکھتا ہے تو اسکے یہی معنے یا ایسے ہی کوئی معنے ہونے چاہیئے"۔ اور انہین باتونکو پائونیر اور ٹائمز آف انڈیا مین ایسے مزہ سے نقل کیا ہے گویا وہ الہامی کلام ہے اگر اس فقرے کے وہی معنے ہوتے جو ڈاکٹر گرسولڈ یا اسکے پیروؤن کے نزدیک ہونے چاہیئے تو کم سے کم یہ بات تو آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہے کہ پھر یہ فقرہ ایسی تحریر مین نہ نکلتا جو گورنمنٹ مین بھیجنے کیلئے لکھی گئی تھی اور گورنمنٹ مین بھیجی گئی تھی اور مزید بران یہ کہ اس زبان مین ہے جو زبان عام لوگون کی نہین بلکہ گورنمنٹ کی زبان ہے۔ اب کیا یہ قیاس ہو سکتا ہے اور کوئی عقلمند آدمی اس بات کو تسلیم کریگا کہ جو تحریرین مرزا صاحب اپنے پیروؤن اور عام مسلمانون کیخاطر اردو فارسی اور عربی مین لکھتے رہے ان مین تو انہون نے کبھی انکو یہ نہ بتایا کہ وہ جہاد کو صرف اسوقت تک ممنوع کہتے ہین جبتک بالفاظ پادری گرسولڈ ان کو اسقدر طاقت حاصل ہو جاوے کہ وہ کھلی کھلی بغاوت کر سکین لیکن جب گورنمنٹ کو جھوٹے الزامون سے برانگیختہ کیا اور اپنے اصول سے آگاہ کرنیکے لئے ایک تحریر انگریزی زبان مین لکھی تو گورنمنٹ کو گویا یہ نوٹس دیدیا کہ وہ صرف مناسب موقعہ کی تاک مین ہین اور کہ اگرچہ وہ کھلی کھلی بغاوت تو نہین کر سکتے لیکن در پردہ گورنمنٹ کے باغی ہین ایسا قیاس کرنا پرلے درجہ کی بیہودگی ہے تاہم پادری گرسولڈ صاحب اپنی وسیع علمیت اور اس صداقت علم کے باوجود جو اپنے رسالے مین انہون نے ظاہر کیا ہے کہ "یہ فقرہ اور کسی جگہ مسیح موعود کی تحریرون مین واقع نہین ہوا" یہی قیاس کرتا ہے کہ اس فقرہ کے یہی معنے ہین۔ اس امر پر کہ اس فقرہ کے وہ معنے نہین ہو سکتے جنکے ثابت کرنیکے لئے پادری صاحب نے اپنی علمیت کو خرچ کیا ہے اور بھی دلایل ہین جن مین سے ایک یہ ہے کہ ہندوستان مین عام طور مسلمانون کے اعتقاد کا اظہار اس طرح پر کیا جاتا ہے (جس سے فرقہ احمدیہ مستثنی ہے) کہ اس وقت انگریزون کے ساتھ جہاد جایز نہین مگر مہدی کے آنے پر یہ حالات بدل جائینگے اور اسوقت تمام مسلمانون کا یہ فرض ہوگا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرنے مین شامل ہون یہی مسلمانون کا عقیدہ ہندوستان کے اندر مگر ہندوستان سے باہر جہاد کو اب بھی جایز سمجھا جاتا ہے ایسا ہی جبتک کہ حضرت مرزا صاحب نے کھلے کھلے طور پر خونی مہدی کے عقیدہ کی تردید شایع نہین کی اسوقت تک مسلمانون نے انکو برا نہین سمجھا اور انکے تمام دعاوی کو کہ وہ خدا سے الہام پاتے ہین اور چودھوین صدی کے سر پر حسب وعدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجدد دین ہو کر آئے ہین اور مثیل مسیح ہین ان لوگون نے بھی تسلیم کیا جو آج ان کے سخت ترین دشمنون مین سے ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل وجہ ان لوگون کے عناد کی یہ نہین ہے کہ وہ پیشگوئیان کرتے ہین یا ملہم من اللہ ہونیکا دعوے کرتے ہین اور یا روحانی طور پر وہ مسیح کے رنگ مین ہو کر اسلام کو اسکے اصلی پاکیزہ اصولون پر قائم کرنیکے لئے آئے ہین کیونکہ یہی سب دعوے پہلے تسلیم کئے جا چکے تھے اور ان کا عموماً انکار نہین کیا گیا جبتک کہ ان کی زندگی مین

ایک خاص واقعہ پیدا نہین ہوا- اور وہ یہ ہے کہ جیسا کہ ان لوگون کی (جو اس وقت مرزا صاحب کے سخت ترین دشمن ہین) اس زمانے کی تحریرون سے ثابت ہے مرزا صاحب کو ہر طرح سے مقدس اور بزرگ اور مجدد زمانہ تسلیم کیا گیا تھا جبتک کہ انہون نے کھلے لفظون مین یہ بیان نہین کیا کہ ایسا کوئی مہدی نہین آئیگا جسکے آنیسے عام مسلمانون کے اعتقاد کے بموجب جہاد جایز یا فرض ہو جاویگا اور نہ ہی کوئی ایسا مسیح آسمان سے اترےگا جو مہدی کو خونریزی مین مدد دیگا- خود پادری گرسولڈ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ اصول کہ مہدی صلح اور امن کے ساتھ آئیگا اور لڑائیان نہین کریگا- عام مسلمانونکے نزدیک کفر کا عقیدہ ہے ان امور سے یہ واضح ہے کہ مرزا صاحب کو قبول نہ کرنے اور برا سمجھنے اور گالیان دینے کی وجہ صرف انکا اس عقیدے سے انکار ہے کہ آیندہ کبھی جہاد ضروری یا جائز ہوگا اسلئے انکے ان الفاظ سے کہ "موجودہ حالات کے ماتحت جہاد ممنوع ہے" یہ معنے ہرگز نہین ہو سکتے کہ وہ آیندہ کبھی جہاد کو روا رکھتے ہین کیونکہ جس عقیدے کی تردید کرکے انہون نے یہ سب دکھ اٹھائے ہین اسی کی تعلیم پھر وہ خود کیونکر دے سکتے ہین +

Digitized by Khilafat Library

علاوہ ازین یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مرزا صاحب کا یہ منشا تھا کہ وہ کسی آیندہ زمانہ مین جہاد کو جائز رکھین تو یہ عقیدہ ان کی کسی ایسی تحریر مین ہونا چاہئیے تھا جو بلا واسطہ ان کی اپنی تحریر ہو پادری گرسولڈ صاحب کا مقصد اگر مسیح موعود کے متعلق اصلی اور صحیح واقعات کے اظہار کا ہوتا تو وہ اپنے ان معنون کی بیہودگی کو جنکے لئے وہ اسقدر زور لگا رہا ہے اسی بات سے سمجھ سکتا تھا کہ مسیح موعود کی اپنی کسی تحریر سے جو اردو یا فارسی یا عربی مین ہین یہ نتیجہ نہین نکلتا- بلکہ اگر ان الفاظ زیر بحث کے معنی کوئی بھی ایسے نہ ہو سکتے جو مرزا صاحب کے اپنے شائع کردہ اصول کے مطابق ہوتے تو بھی پادری صاحب کو یہ چاہئیے تھا کہ اسے مترجم کے خیال کی غلطی سمجھتے کیونکہ یہ تو ناممکن تھا کہ پچاس ساٹھ کتابون مین سے صرف اسی تحریر مین یہ فقرہ لکھا جاتا جو گورنمنٹ مین بھیجی جاتی تھی- اور باقی تحریرون مین کہین اس کا نام و نشان بھی نہ ہوتا +

اصل بات یہ ہے کہ جن الفاظ کے نیچے پادری صاحب گہرے معنی تلاش کر رہے ہین انکے معنے نہایت صاف ہین جیسا کہ اسی مسئلہ جہاد پر حضرت مرزا صاحب کی دوسری تحریرون سے ہی پتہ ملتا ہے- جن حالات کے ماتحت مذہب اسلام پیدا ہوا اسکے سبب سے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ مسلمان اپنی حفاظت مین تلوار اٹھاتے- تیرہ سال تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کو طرح طرح کے دکھ دئے گئے اور ایذائین پہونچائی گئین اور آخر جب یہ تکالیف کمال کو پہونچ گئین تو مسلمانونکو اپنا اصلی گھر وغیرہ چھوڑ کر ایک دوسرے شہر مین پناہ لینی پڑی لیکن اسلام کے دشمن اسکو نیست و نابود کرنے پر ہی تلے ہوئے تھے اور اسلئے وہان بھی انہون نے مسلمانونکا پیچھا نہ چھوڑا- ان حالات کے نیچے اہل اسلام کو یہ اجازت دیگئی کہ وہ اپنی حفاظت مین تلوار اٹھائین

چنانچہ مندرجہ ذیل آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّہُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِہِمْ لَقَدِیْرُ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ (الحج) جس کا مطلب یہ ہے کہ اجازت دیجاتی ہے ان لوگوں کو جن کے ساتھ جنگ کیا جاتا ہے (کہ وہ بھی اپنی حفاظت میں تلوار اٹھائیں) کیونکہ ان پر طرح طرح کے ظلم ہوئے ہیں اور بیشک اللہ تعالےٰ ان کی مدد پر قادر ہے وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے سوائے اسکے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو اپنا پروردگار کہتے تھے۔ یہ سب سے پہلی اجازت جہاد کی تھی جو اس آیت کے ذریعہ ملی لیکن جیسا کہ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے یہ اجازت خاص حالات کے ماتحت دی گئی تھی۔ سب سے پہلے ہی الفاظ کہ ان لوگوں کو اجازت دیجاتی ہے جن کے ساتھ جنگ کیا جاتا ہے صاف بتاتے ہیں کہ یہ اجازت ہمیشہ کے لئے اسلام میں نہ دی گئی تھی کہ وہ لڑائیاں کریں۔ بلکہ صرف اسیوقت تک محدود تھی جبتک کہ نومسلموں کو بیرحمی سے قتل کیا جاتا تھا اور انکو طرح طرح کے دکھ دئے جاتے تھے اور امن ہی وہ زندگی بسر نہ کر سکتے تھے اور اجازت کے دینے کی وجہ اللہ تعالےٰ نے صرف یہ قرار دی ہے کہ مسلمانوں کو طرح طرح کے دکھ پہونچائے گئے اور ان کو اپنے گھروں سے نکالا گیا۔ یہ وہ حالات تھے جنکے ماتحت جہاد کی اجازت دی گئی اور جہاد کی بنا اصل میں اسی آیت پر ہے لیکن بعد میں طرح طرح کی غلطیاں پڑکر اصل عقیدہ بدل گیا اور ان حالات کیطرف جنکے نیچے جہاد کی اجازت دی گئی تھی کوئی توجہ نہ کیگئی۔ اسلئے ان الفاظ کے جو حضرت مرزا صاحب نے لکھے ہیں کہ جہاد کو موجودہ حالات کے نیچے حرام سمجھنا الصاف اور سیدھے معنے یہی ہیں کہ اسلام کے ابتدا میں خاص حالات کے ماتحت جہاد کی اجازت دیگئی تھی لیکن چونکہ وہ حالات اس زمانے میں نہ پائے جاتے تھے اسواسطے جہاد بھی ممنوع ہو گیا۔ اجازت شرطیہ تھی اور جب شرط فوت ہو گئی تو اجازت بھی اٹھ گئی۔ اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض جگہ مرزا صاحب نے بغیر حالات کے ذکر کے جہاد کے اصول کو ہی بُرا کہا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ایسے مقامات پر تعلیم جہاد سے مراد حضرت مرزا صاحب کی وہ تعلیم جہاد کی ہے جو غلطیوں کیوجہ سے خودغرض لوگوں نے خود گھڑ لی اور جسکا مؤید قرآن شریف نہیں ہے یہ وہ موقع ہے جہاں پادری گرسوولڈ نے پورا زور لگا کر مرزا صاحب کے متعلق غلط بیانی کی ہے اور عجیب و غریب منطق کو استعمال کرکے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ پوپ نے ملکہ الزبتھ کی رومن کیتھولک رعایا کو خفیہ طور پر یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس کی فرمانبرداری کرتے رہیں جبتک کہ انکو کھلی کھلی بغاوت کرنیکے لئے کافی طاقت حاصل ہو جائے اور چونکہ مرزا صاحب گورنمنٹ کو درخواست لکھتے وقت یہ جتلاتے ہیں کہ وہ موجودہ حالات کے نیچے جہاد کو حرام سمجھتے ہیں اسلئے مرزا صاحب کے فقرے کے معنے وہی ہونے چاہئیں جو پوپ کے تھے یا اس جیسے ہی کوئی اور معنے (یہ آخری فقرہ پادری صاحب نے اپنی عیسائیانہ فیاضی سے بڑھا دیا ہے)

پایونیر اور ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگاروں نے مسیح موعود سے اسلئے بھی خطرہ ظاہر کیا ہے کہ انہیں مہدی ہونیکا دعوے ہے اور اسلام کی گذشتہ تاریخ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جہاں کہیں مہدی پیدا ہوا ہے۔

جہاد یا مذہبی لڑائی بھی ضرور ساتھ واقع ہوئی ہو" یہ سچ ہوگا لیکن اگر مرزا صاحب نے مہدی ہونیکا دعوے کیا ہے تو ساتھ ہی کھلے اور پرزور الفاظ میں جہاد کو رد کیا ہے۔ پھر ان خطرات کی بنیاد کیا ہو اگر خود مہدی ہی جہاد کا مخالف ہو۔ جو جہاد مہدی کے نام کے ساتھ وابستہ ہے اس کی طرف بلانے والا بھی تو خود مہدی ہوگا۔ لیکن اگر وہ خود ہی جہاد کا انکار کرے تو پھر جہاد کا خطرہ محض لغو بات ہو۔ مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ کہدیا ہے کہ مجھکو مسیح موعود اور مہدی ماننا ہی جہاد کی تعلیم سے انکار کرنا ہے اسلئے کوئی شخص مرزا صاحب کے ساتھ نہیں ہوسکتا یا انکے مریدوں میں شامل نہیں ہوسکتا جبتک کہ پہلے جہاد کے عقیدے کو نہ چھوڑ دے۔ وہ اصول جسپر حضرت مرزا صاحب لوگوں کو اکٹھا کر رہے ہیں جہاد کا انکار ہو اور یہ فرض کر لینا کہ بعد میں کسی وقت مرزا صاحب جہاد جایز کر دینگے بالکل بیہودہ ہے اور ان احمقوں کی سی بات ہو جو یہ کہدیتے ہیں کہ گورنمنٹ نے طاعون کا ٹیکا اسواسطے شروع کیا تا لوگوں میں کثرت سے طاعون پھیلا کر ان کو ہلاک کر دیا جاوے۔ اگر اس قسم کے خطرات کسی معقولیت کی بنا پر ہیں تو ہر ایک فائدے کی بات میں بجائے فائدہ کے نقصان کا خطرہ ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود ع کی ایک آدھی تحریر نہیں جس میں جہاد کی ممانعت کا ذکر ہو بلکہ گذشتہ بائیس سال سے وہ جہاد کے خلاف لکھ رہے ہیں علاوہ دیگر تحریروں کے ایک فتوے بھی ممانعت جہاد میں ان کی طرف سے شائع ہوچکا ہے۔ اسقدر عرصہ دراز سے جہاد کے خلاف مستقل طور پر لکھنا یقینی اور قطعی ثبوت اس بات کا ہو کہ وہ دل سے اس اصول کو بُرا جانتے ہیں اور پھر جہاد کی ممانعت انہوں نے صرف اپنی اردو تحریروں میں ہی نہیں کی بلکہ اسی زور سے انہوں نے عربی اور فارسی کی کتابوں میں جہاد کی مخالفت پر لکھا ہے۔ اور پھر ان کتابوں کو ان اسلامی بلاد میں تقسیم کیا ہو جہاں عربی یا فارسی بولی یا سمجھی جاتی ہے خود یہی ایک امر پادری گرسولڈ صاحب کے من گھڑت خیال کی تردید کے لئے کافی ہو۔ اگر گورنمنٹ کی وفاداری اور جہاد کی ممانعت پر اظہار خیالات صرف گورنمنٹ کے خوش کرنیکے لئے ہوتا تو پھر عربی اور فارسی تحریروں میں یہ باتیں ہرگز نہ پائی جاتیں ٭

علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مرزا صاحب آج کل کے عام مسلمانوں کے عقیدی کے مطابق مہدی ہونیکا دعوے نہیں کرتے۔ بلکہ برعکس اس کے وہ ان تمام حدیثوں کو جن میں ایسے مہدی کے آنیکا ذکر ہے جو لڑائیاں کریگا موضوع کہتے ہیں۔ مرزا صاحب کے دعوے کی بنا قرآن شریف پر ہو۔ اللہ تعالے نے اپنے کلام پاک میں یہ وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل کے خلیفوں کی مانند اس امت میں خلیفے پیدا کئے جاوینگے اس وعدے میں ایک مسیح کے آنیکی پیش گوئی ہو جو اس مسیح کی مانند ہو جو حضرت موسےٰ ع کی امت میں بھیجا گیا۔ مرزا صاحب کا یہ دعوے ہو کہ میں اس وعدے کے مطابق آیا ہوں۔ چونکہ یہ وعدہ صرف ایک ایسے آنیوالے کیلئے ہو جو مسیح کی مانند ہو اور حضرت مسیح نے یہ امر مسلمات میں سے ہو کہ کوئی لڑائی نہیں کی۔ اس لئے ایسی حدیثیں جن میں ایک ایسے آنیوالے کا ذکر ہے جو آکر لڑائیاں کریگا۔ قرآن شریف سے مخالف پڑی ہوئی ہونیکی وجہ سے

صحیح نہیں مانی جاسکتیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ حدیثوں کے خونی مہدی سے قطعی انکار کرتے ہیں اور ان حدیثوں کو بھی رد کرتے ہیں جن میں اس کی آمد کا ذکر ہے اور خود ان کا مہدی ہونیکا دعوے اس حدیث کے رو سے ہے جس میں لکھا ہے کہ مسیح کے سوا اور کوئی مہدی آنیوالا نہیں۔ لا مہدی الا عیسےٰ۔ یہ حدیث قرآن کریم کے وعدے کے مطابق ہے حالانکہ خونی مہدی کی حدیثیں قرآن کریم کے مفہوم اور الفاظ کے خلاف پڑی ہوئی ہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جن حدیثوں میں خونی مہدی کے آنیکا ذکر ہے ان میں سے بخاری نے ایک حدیث کو بھی قبول نہیں کیا اور بخاری کی صحت خاص و عام کے نزدیک مسلّم ہے اسلئے اگرچہ مرزا صاحب اپنے آپ کو مہدی کہتے ہیں لیکن جن حالات کے نیچے وہ مہدی ہونے کا دعوے کرتے ہیں وہ حالات ہی بالکل بدلے ہوئے ہیں اور یہ کہنا کہ "چونکہ جہاد یا مذہبی لڑائیاں مہدی کے نام کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اس لئے اگرچہ حضرت مرزا صاحب کی ساری کی ساری تعلیم جہاد کے مخالف ہی ہو اور وہ ان حدیثوں کو بھی رد کرتے ہوں جن میں خونی مہدی کے آنیکا ذکر ہے تاہم باوجود ان باتوں کے مرزا صاحب پر بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا" تمام واقعات حقہ سے انکار کرنا ہے اور یہ اس بات پر اصرار ہے کہ ایک غلطی بنی نوع کے حق میں سخت مضر ثابت ہوئی ہے اس کی اب اصلاح نہ کیجاوے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ بے بنیاد حملے جو اخبارات میں سلسلہ احمدیہ پر کئے جاتے ہیں ان کی اصل غرض صرف پادریوں کو خوش کرنا ہے ورنہ کوئی خیر خواہ سلطنت انگریزی ایسا نہیں جو فرقہ احمدیہ کے ان اصولوں کی تائید نہ کرے۔ کون شخص اس بات سے بے خبر ہے کہ آئے دن جنگی مہدیوں کے پیدا ہونے سے کیا کیا تکالیف با امن گورنمنٹوں کو ہوتی ہیں۔ پس بآسانی سے یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ اگر خدانخواستہ ملک ہندوستان میں کوئی اسی قسم کا مہدی ہونیکا دعوے کردے جیسا کہ عوام کا اعتقاد ہے تو پھر اس ملک کی کیا حالت ہوگی جو لوگ دل سے ہندوستان کی خیر خواہی چاہتے ہیں ان کا یہ فرض ہے کہ ہر ایک تجویز کی جو خونی مہدی کے آنے کی تعلیم کو جڑ سے اکھاڑتی ہو تائید کریں۔ سلسلہ احمدیہ یقیناً ان سب تجویزوں میں سے اعلےٰ درجہ کی تجویز ہے اور اسے خدا کیطرف سے ایک نعمت عظمےٰ سمجھنا چاہئیے +

جس آدمی کے دل میں گورنمنٹ انڈیا کی خیر خواہی کا بیج بویا گیا ہے وہ قیصر ہند کی رعایا کے ایک نمک حلال اور وفادار فرقہ کے حق میں ایسے جھوٹے اور حقارت آمیز کلمات استعمال نہیں کرسکتا اور پھر فرقہ بھی وہ کہ وفاداری میں سب سے بڑھ کر قدم مار رہا ہے۔ ان الفاظ سے کہ اس فرقہ میں "پولیٹکل خطرات کے بیج سے بڑھ کر" موجود ہیں لکھنے والے کا مطلب صاف طور پر یہ پایا جاتا ہے کہ کبھی اس فرقہ نے سرکشی کے خیالات کا اظہار کیا ہے یا کسی باغیانہ فعل کا ارتکاب کیا ہے ایسا سخت حملہ کرتے وقت اسکا یہ فرض تھا کہ اس فرقہ کی کسی ایسی تحریر کا حوالہ دیتا یا کسی ایسے فعل کا ذکر کرتا جو اسکے بیان کا مؤید ہوتا۔ اگر کوئی شخص ان ہزارہا اوراق کو جو اس فرقہ کے بانی اور دیگر سرکردہ ممبران فرقہ احمدیہ نے لکھے ہیں تلاش کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ ایک فقرہ یا لفظ تک بھی ایسا نہیں نکل سکتا جسمیں صاف یا کنایتاً بغاوت یا سرکشی کی ترغیب یا اظہار پایا جاتا ہو۔ اور پندرہ سال یا اس سے

کم و بیش میں جب سے اس فرقہ کی ابتدا ہوئی ہے کوئی ایک موقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس پر اس فرقہ نے بہ ہیئت مجموعی یا اسکے کسی فرد واحد نے کسی پولٹیکل معاملہ میں گورنمنٹ کے خلاف حصہ لیا ہو۔ نہ صرف یہی بلکہ اس فرقہ کے صدر مقام سے کوئی ایسی تحریر نہیں نکلتی جس میں گورنمنٹ کی وفاداری کا اظہار نہو اور کوئی ایسا موقعہ اظہار وفاداری کا پیش نہیں آیا جس پر اس فرقہ کی وفاداری نے ایک عملی شکل اختیار نہ کی ہو۔ اور اپنے اخلاص کا ثبوت نہ دیا ہو چنانچہ جنوبی افریقہ کی جنگ کیوقت جب سلطنت انگریزی کو بہت سے صدمات پہونچے اور مجروحوں کے لئے چندہ کی تجویز کیگئی تو احمدیہ فرقہ نے بھی شراکت چندہ میں حصہ لیا۔ اور پانچسو روپیہ چندہ کر کے اس غرض کے لئے بھیجا۔ ایسا ہی ہر ایک موقعہ پر گورنمنٹ کے ساتھ یہ فرقہ اظہار ہمدردی کرتا رہا ہے۔ پھر کوئی ایک موقعہ بھی ایسا بیان نہیں کیا جا سکتا جس پر فرقہ احمدیہ یا اسکے کسی سربرآوردہ ممبر نے گورنمنٹ کے برخلاف کسی پولیٹکل تحریک و حرکت میں کوئی حصہ لیا ہو حالانکہ آج کل چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بھی یہ اپنا وتیرہ بنا رکھا ہے کہ ملکی معاملات میں طرح طرح کی تحریکیں کرتی رہتی ہیں۔ اسپر بھی پایونیر جیسے پبلک اخبار میں یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اس فرقہ میں پولیٹکل خطرات کے بیج مخفی ہیں۔ اس فرقہ کے ساتھ اس سے بڑھکر کوئی بے انصافی کا سلوک نہیں ہو سکتا۔ طاعون کے پھوٹ پڑنیکے وقت جبکہ گورنمنٹ نے کچھ قواعد تجویز کئے تو بہت لوگ فساد پر آمادہ تھے اور کئی جگہ مفسدے ہو بھی گئے تھے۔ ایسے وقت میں جبکہ قواعد طاعون کے متعلق لوگوں میں ایک عام جوش تھا مسیح موعودؑ نے اپنے پیرؤوں کو ایک اشتہار دیکر ایک خاص جلسہ میں جو اسی غرض کیلئے منعقد ہوا تھا بلا کر یہ وعظ کیا کہ وہ ان قواعد میں احکام و تجاویز گورنمنٹ کی پوری پیروی کریں اور پورا دلی یقین رکھیں کہ گورنمنٹ کو اس میں خیر خواہی رعایا مدنظر ہے اور ذرا بھر بھی ان تجاویز و احکام کی بجا آوری میں تخلف نہ کریں۔ کیا یہی جماعت ہے جس سے گورنمنٹ کو پولیٹکل خطرہ ہے۔ سخت افسوس ہے ایسے ظالمانہ بیان پر اور پھر اسکے اخباروں میں شایع کرنے پر۔ پایونیر میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جو تعلیمات مسیح موعودؑ نے دی ہیں وہ تعصب کی قیدوں اور روکوں کو ہلکا کرتی ہیں اور مذہبی جوش کے شعلوں کو بھڑکاتی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس جگہ بھی نامہ نگار اپنی بات کو تو ضرور بنا کر پیش کرتا ہے لیکن اس خاص تعلیم کا حوالہ نہیں دیتا جسکا سبب بیان اسکے یہ نتیجہ نکلتا ہے وہ چاہتا ہے کہ پبلک اس کی بات کو بغیر کسی عذر کے اس طرح تسلیم کرے جیسے خدا کا کلام ہوتا ہے۔ بجائے اسکے کہ ایسے امور پیش کرے جنسے پبلک کوئی رائے لگا سکے وہ خود ایک رائے گھڑ کر پیش کرتا ہے اور اصل بات کو مخفی رکھتا ہے۔ شاید وہ عمداً ایسا کرتا ہے تاکہ اسکا نقص پکڑا نہ جاوے۔ احمدیہ فرقہ نہ تو خفی میسن گروہ ہے اور نہ ہی ان کی تعلیمات مخفی ہیں جو شخص جناب مسیح موعودؑ کی تالیفات کے مطالعہ کی تکلیف گوارا کرے گا اسے ان کتابوں میں یہ تعلیمات مل سکتی ہیں اگر ان کی بابت یہ خیال کیا گیا ہو کہ ان کی یہ تاثیر ہے جو اس آرٹیکل کے لکھنے والے نے بیان کی ہو تو پھر دنیا میں ایسے الفاظ کا ملنا محال ہو جنسے اتفاق و

اتحاد و صلح کی تعلیم دیجا سکے - یہ تعلیم کئی دفعہ انگریزی زبان مین بھی ترجمہ کی گئی ہے - اور ابھی ایک سال ہوا پھر کشتی نوح مین لکھی گئی ہے۔ اس امر کے ظاہر کرنے کے واسطے صرف چند فقرات کا لکھنا ہی کافی ہوگا کہ پاینیر کے مضمون نویس نے کس طرح بدنیتی سے غلط بیانی کی ہے اور اس سلسلہ کی سچی تعلیم کا اخفا کرنے اور اسکا الٹا اثر بیان کرنے مین کس قدر ظلم سے کام لیا ہے - اور کس طرح پبلک کو دھوکا دیا ہے - زیر عنوان "میری تعلیم" کے جناب مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب کشتی نوح مین لکھا ہے:-

"اور اسکے بندون پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو - غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ تا قبول کئے جاؤ - بہت ہین جو حلم ظاہر کرتے ہین مگر وہ اندر سے بھیڑیے ہین بہت ہین جو اوپر سے صاف ہین مگر اندر سے سانپ ہین سو تم اسکی جناب مین قبول نہین ہو سکتے جبتک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہوکر چھوٹون پر رحم کرو اور نہ ان کی تحقیر اور عالم ہوکر نادانون کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہوکر غریبون کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر - ہلاکت کی راہون سے ڈرو - خدا سے ڈرتے رہو اور تقوےٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولےٰ کیطرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو - اور اسکے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوےٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا - تم آپس مین جلد صلح کرو اور اپنے بھائیون کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہین وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ - نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اسمین سے ایک فربہ انسان داخل نہین ہو سکتا - کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتون کو نہین مانتا جو خدا کے منہ سے نکلین اور مین نے بیان کین تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ مین سے دو بھائی - تم مین سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہین بخشتا سو اسکا مجھ مین حصہ نہین"

یہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم ہے اور ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ پاینیر کے ریمارکون کے یہ بالکل الٹ ہے اگر یہ الفاظ بھی بدیہی دیوانگی کے شعلون کو بھڑکانیوالے ہین تو دنیا مین وہ کونسے الفاظ ہین جن سے ایسے شعلے فرو ہو سکین ان تمام خطرناک اور دھوکہ دینے والون حملون کی جو اس سلسلہ پر کئے گئے ہین اصل وجہ صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب ایک مذہبی پیشوا ہین اور انہون نے عیسائیت کی تردید کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے صرف یہی نہین کہ مرزا صاحب کی تعلیم مین کوئی بات جوش دینے والی نہین بلکہ اس تعلیم مین نرمی اور تحمل پر اس قدر زور دیا گیا ہے جو خود یسوع

کی تعلیم مین بھی اس قدر زور نہین پایا جاتا اور یہ بھی نہین کہا جا سکتا کہ یہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کے جن مین وہ بار بار بردباری کی تاکید کرتے ہین بے اثر ہین کیونکہ جن لوگون کو ان الفاظ مین خطاب ہی وہ انہین اللہ تعالے کے الفاظ سمجھتے ہین۔ یہ فرقہ احمدیہ کی تعلیم ہی جو صلح کی بنیاد ڈالتی ہی لیکن سب سے بڑا صلح کا پیغام جو اس سلسلہ نے دنیا کو پہنچایا ہے وہ جہاد کی خطرناک تعلیم اور خونی مہدی کے آنیکا انکار ہی اسلئے اس سلسلہ پر کسی قسم کا شک کرنا ایک قابل قدر نعمت کو رد کرنا ہے۔ جہاد کا عقیدہ اسقدر مضبوطی سے عوام کے دلون مین گڑا ہوا تھا کہ اسکا نکلنا قریباً محالات مین سے تھا جبتک کہ خود مذہبی عقائد پر بھی پانی نہ پھر جاتا۔ اور ساری اسلامی دنیا مین صرف ایک ہی مسلمانون کا ایسا فرقہ ہی جسکے مذہبی عقائد مین جہاد کا انکار داخل ہی اس فرقہ کا زور و شور سے ترقی کرتے جانا اس بات کی علامت ہی کہ یہ عقیدے جہاد اور خونی مہدی کے دنیا سے جلدی نابود ہو جاوینگے۔ ہر ایک شخص جو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے وہ ساتھ ہی جہاد کے عقیدے سے بھی توبہ کرتا ہی کیونکہ جہاد کے انکار پر ہی مرزا صاحب کا دعوے مسیح موعود اور مہدی ہونیکا مبنی ہی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نشان مسیح موعود کے لئے مقرر کیا تھا وہ یہی تھا کہ وہ مذہبی لڑائیون کو بند کر دیگا۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث یضع الحرب سے ظاہر ہے یہ خوشی کی بات ہے کہ جس طرح پر جہاد کا عقیدہ غلطیونکے سبب سے اسلامی دنیا کے عقائد کا جزو ہو گیا تھا ایسا ہی اب جہاد کے انکار کا عقیدہ فرقہ احمدیہ کے عقائد کی جزو ہو گیا ہے۔ مسلمانون مین ایسے آدمی بکثرت ہوتے رہے ہین اور اب بھی ہین جنہون نے جہاد کے عقیدے پر ایمان رکھکر غیر مسلمون کے قتل کرنے مین اپنی جانون کی بھی پروا نہین کی لیکن احمدی ہین کہ اب جہاد کے انکار کے سبب سے قتل کئے جا رہے ہین۔ سلسلہ احمدیہ کا مضبوطی کے ساتھ جہاد کے انکار پر قائم ہونا افغانستان کے دو بڑے معزز باشندون کی مثال نے جو اس پاک سلسلہ مین داخل تھے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کیونکہ انہون نے یہ پسند نہ کیا کہ جہاد کے عقیدہ کیطرف لوٹ آئین اور بجائے اسکے بیرحمی کی موت کو قبول کیا۔ صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب اور ان کے شاگرد شیخ عبد الرحمٰن صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے انکار جہاد پر صدق دل اور خلوص نیت سے قائم ہونے پر اپنے خون سے مہر لگا دی ہے +

بڑے بڑے افسران ملکی اور مدبرون نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہی جن سے پایونیر کے جلد باز نامہ نگار کی غلط رائے کی تردید ہوتی ہے۔ آنریبل سر فریڈرک کننگہم صاحب کمشنر و سپرنٹنڈنٹ پشاور ڈویژن نے سنہ ۱۸۹۱ء مین اپنی رائے کو اس طرح ظاہر فرمایا تھا "جہانتک مین غور کرتا ہون مجھے یہ اسلام کی تعلیم کی نہایت ہی منصفانہ اور عالمانہ تشریح معلوم ہوتی ہی اور آپ جیسے عالم اور صائب الرائے آدمی کے لئے قابل تعریف ہی مین یقین کرتا ہون کہ آپ جیسے مشہور معلم کے منہ سے اپنے مذہب کی بریت مین ان الفاظ کا نکلنا تمام مسلمان اپنے لئے نعمت سمجھین گے اور اس بات کا ثبوت اسے تصور کرینگے کہ جو قبیح افعال جاہل اور شریر لوگ مذہب کی آڑ کے نیچے کر رہے ہین اسلام ان کی ہرگز تائید نہین کرتا۔ مین بڑا خوش ہونگا کہ آپ کا رسالہ اور فتوے (در ممانعت جہاد)

کثرت سے سرحدی اضلاع مین شایع ہو" اگر مسیح موعودؑ کی تحریرین واقعی مذہبی دیوانگی کے شعلونکو بھڑکانیوالی ہین جیسے کہ پاینیر کا نامہ نگار خیال کرتا ہے تو آنریبل سر فریڈرک کننگھم صاحب کیون اس بات کو پسند کیا کہ سرحدی اضلاع مین جہان بڑی دیوانگی پہلے ہی زور پر ہے ان تحریرون کو کثرت سے شایع کیا جاوے کیا یہ ان کی پولیٹیکل غلطی تھی کہ ان تحریرات کو ایسے اضلاع مین شایع کرنا پسند کیا جنکے امن مین پہلے سے مذہبی دیوانگی کے سبب سے خلل آرہا تھا۔ ہرگز نہین۔ وہ خوب اس بات کو سمجھتے تھے کہ مسیح موعودؑ کی تحریرین صلح کو پھیلاتی اور دیوانگی کے جوشونکو دباتی ہین اور اسلئے انہون نے افغانون مین ان کی اشاعت بکثرت چاہی۔ بعد کے واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ ان کی رائے بڑی بھاری پولیٹیکل دوراندیشی کا نتیجہ تھی۔ نہ صرف احمدیون نے اپنے چال چلن سے ہی یہ شہرت سرحدی اضلاع مین حاصل کی ہے کہ وہ صلح جو اور امن پسند قوم ہین بلکہ تجربہ نے اس بات کو روشن کردیا ہے کہ وہ جہاد کی تعلیم کے خطرناک دشمن ہین اور اسکے انکار پر اپنی جانین دینے کو بھی تیار ہین پاینیر کا نامہ نگار ہمین یقین دلاتا ہے کہ اسلام مین اگر برداشت نہ کرنیکا اصول نہ ہوتا اور اس مین مذہبی دیوانگی کی طرف میلان نہ ہوتا تو بیشک یہ ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر مذہب ہوتا۔ لیکن پھر اسی سلسلہ کو جس نے مسلمانونکو اسلام کی سچی اور پاکیزہ تعلیم پر قائم کرکے مذہبی دیوانگی کے جوش کو دور کیا ہے اور ان مین برداشت کا مادہ پیدا کیا ہے جیسا کہ ایک بڑے اور ذمہ دار گورنمنٹ افسر کی شہادت سے جسکو خاص طور پر مذہبی دیوانون سے کام پڑتا تھا ثابت ہے وہی نامہ نگار برا کہنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا۔ اس سلسلہ کو جس نے جہاد کو موقوف کیا۔ خونی مہدی کے آنے اور خونی مسیح کے نازل ہونیکے عقیدہ کو رد کیا اور مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے اور آسمان پر چڑھ جانیکے عقائد کو نقلی اور عقلی دلائل سے غلط ثابت کیا۔ دیوانہ اور خلاف عقل سلسلہ کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کو جس نے معجزات کو زندہ کرکے تحقیق کا دروازہ کھولکر تمام امور مذہبی پر روشنی ڈالی ہے ایک تاریک سلسلہ کہا جاتا ہے! افسوس!!

---

# "عیسائی مناظرین کی غلط بیانیان"

# "اور اصل مقصد سے انحراف"

---

ایک کتاب بنام رسالہ ابطال مرزا (صاحب) پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کیطرف سے شائع ہوئی ہے۔ جس مین ہمارے رسالہ کے بعض مضامین متعلق عصمت انبیاء و عصمت موت و بعثت و قبر مسیح کے جواب نیز

کی کوشش کی گئی ہی - اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کا کیسا اثر بد ہندوستان پر پڑا ہی۔ اس کتاب کا لکھنے والا حضرت مرزا صاحب کی نسبت پرلے درجہ کے تحقیر آمیز اور طنز آمیز کلمات استعمال کرتا ہے اور پھر اس تحقیر سے اپنی بڑائی سمجھتا ہے - بڑے بڑے اہم مذہبی مسایل کو لیکر ان پر ایسے ایک پیرائے مین بحث کی ہی جو سنجیدگی سے بالکل بعید ہی - بات بات مین ٹھٹھے اور طنز کا طریق جو اس کتاب کے مصنف نے اختیار کیا ہے سچی دلی پاکیزگی سے جو مذہب کا اصل منشا ہی بالکل دور پڑا ہوا ہی اور اس کی کتاب کا اصل منشا بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہنسی کی باتون سے حضرت مرزا صاحب کے خلاف طنزین کر کے اپنے ناظرین کو خوش کرے بجائے اسکے کہ سنجیدگی سے اپنے دلائل پیش کر کے ان کو ان اہم مسائل پر پورے غور سے رائے زنی کی طرف مائل کرے اور باوجود اس تمام توہین اور تحقیر کے جو اس کتاب مین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کیگئی ہے اور جو ہنسی اور ٹھٹھہ اس مین کیا گیا ہی مصنف نے ایک دیباچہ بھی لکھا ہی جس مین شاید وہ ان تمام بیہودہ باتون کے ازالہ کی خاطر پبلک کو یہ یقین دلاتا ہی کہ اس نے کتاب بڑی نرمی سے لکھی ہی مگر پبلک خود بھی دیکھ سکتی ہے کہ جس صورت مین اس نے گالیون اور سخت زبانیون مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا اسکی معذرت جو دیباچہ مین کرتا ہی کیا وقعت رکھتی ہے اور ان سب باتون پر طرفہ یہ کہ نہایت جراءت سے دیباچہ مین حضرت مرزا صاحب کو سخت کلامی کا اتہام لگاتا ہے اور اس کی تائید مین بجائے اسکے کہ جن مضامین پر اس نے بحث کی ہے ان مین سے کوئی لفظ پیش کرتا سات سال کی ایک ایسی کتاب کی ورق گردانی کر کے دو چار لفظ پیش کرتا ہے جو ایسے وقت مین لکھی گئی تھی جب آتھم والی پیشگوئی کے متعلق عیسائی اخبارات اور تحریرات مین حضرت مرزا صاحب کی نسبت سخت بدزبانی ہو رہی تھی باوجود اسکے اس تحریر مین بھی کوئی لفظ ایسا نہین جسپر حسب بیان عیسائی مصنف کے گالی کے لفظ کا اطلاق ہو سکے اور جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ سب جھوٹ ہے چنانچہ وہ کتاب کے دیباچہ مین پہلے صفحہ پر لکھتا ہی "جن لوگونکو ہورتا مرزا جی کی تصنیفات پڑھنے کا ناگوار اتفاق ہوا ہوگا وہ خوب جانتے ہین کہ مناظرہ مین فحش بیانی سخت بیانی بدزبانی بلکہ گالی کوسنے کا مرزا جی نے گویا سرکار سے ٹھیکہ لے لیا" اور پھر مثال کے طور پر حاشیہ مین لکھتا ہے - کہ "اس زبان درازی کی انتہا" کا ایک نمونہ یہ ہی کہ "مریم صدیقہ کو پانی پی کر کوستا ہی" اور اشتہار یوحی العدالقہار مورخہ ۱۴- جنوری ۱۸۹۷ء کا حوالہ دیتا ہے - اصلی اشتہار کو پڑھ کر ہر ایک انسان دیکھ سکتا ہی کہ مریم صدیقہ کو کوسنے کا الزام محض افترا ہی جو کچھ مریم صدیقہ کے متعلق اس اشتہار مین لکھا گیا ہے وہ صرف فقرات ذیل ہین "اس سے بڑھکر اور کونسا دلی درد کا مقام ہوگا - کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہی اور ایک مشت خاک کو رب العالمین سمجھا گیا ہی مین کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولے اور میرا قادر توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہی - غیر معبود ہلاک ہونگے - اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جاوینگے - مریم کی معبودانہ زندگی

پر موت آئے گی۔ اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مریگا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مین چاہون تو مریم اور اس کے بیٹے
عیسےٰ اور تمام زمین کے باشندون کو ہلاک کر دون سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونون کی جھوٹی معبودانہ
زندگی کو موت کا مزہ چکھا دے سو اب دونون مرینگے کوئی ان کو بچا نہین سکتا" ان فقرون کے سوا اور کسی
جگہ اس اشتہار مین مریم کا ذکر نہین۔ اب کوئی خدا ترس عیسائی ہمین بتائے کہ اس عبارت مین وہ کونسا
لفظ ہے جس مین مریم کو "پانی پی پی کر کوسا" گیا ہو یا جو بالفاظ عیسائی مصنف "فحش بیانی سخت کلامی بدزبانی بلکہ
گالی کوسنے" کی انتہا ہے۔ جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے کہا ہے وہ تو صرف یہ ہے کہ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت
آئیگی۔ اور یہ بھی انہون نے قرآن کریم کی آیت کے حوالے سے کہا ہے اب اگر عیسائی مصنف روحانی گالی
مذہب کا نہین اور گو وہ مریم کے بیٹے کو خدا ہی مانتا ہو مگر خود مریم کو خدا نہین مانتا اور عالباً یہی ٹھیک ہے تو پھر کیا
وہ پسند کرتا ہے کہ مریم کی معبودانہ زندگی ابھی زیادہ پھیلے اور کیا توحید سے اسکو بیزاری ہے۔ وہ تو اس بات کا
قائل ہی نہین۔ پھر اس بات کو گالی کہنا یا فحش بیانی اور بدزبانی بیان کرنا کونسی راستی کا طریق ہے۔ یا مثلاً اگر
یہ کہا کہ "اسکا بیٹا اب ضرور مریگا" اور ان کی معبودانہ زندگی پر موت آئیگی تو اس مین کونسی سختی ہے ایک مسلمان اور کیا
کہے گا۔ اس سخت کلامی کی ایک اور مثال یہ دیگئی ہے کہ مرزا صاحب نے پولوس کو شریر اللسان اور اکبر المفترین کہا
ہے لیکن یہ صرف ایک امر واقع کا بیان ہے اور اسکو گالی کہنا لکھنے والے کی حماقت ہے مسلمانونکے اعتقاد مین تمام
انبیاء دنیا کی ابتدا سے خدا تعالےٰ کی توحید کی تعلیم دیتے چلے آئے ہین اور یہود کی کتب مقدسہ اور ان کی شہادت
اسی کی سچائی پر گواہی دیتے ہین۔ اب جو شخص یہ دعوےٰ کرے کہ اسے تثلیث کا جھوٹا عقیدہ پھیلانیکے لئے
خدا کیطرف سے حکم ہوا ہے اسکو مسلمان سوائے مفتری کے اور کیا کہہ سکتے ہین اور کیا ایسا شخص جو خود
خدا کی ذات کے متعلق ایک جھوٹ کی تعلیم دیتا ہے۔ سب سے بڑا مفتری نہین اور جو شریعت کو پس پشت پھینکتا
اور اس کی تنسیخ پر حکم دیتا ہے کیا وہ شریر نہین حالانکہ خود مسیح نے بھی شریعت کو منسوخ نہین کیا۔
مسلمانون کے نزدیک یہ بڑے درجہ کا افترا اور شرارت ہے افسوس تو یہ ہے کہ خود عیسائی لاکھون دفعہ اسلام
کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو مفتری کہین حالانکہ آپ کی صداقت دن کی طرح روشن ہے اور جب واقعی ایک مفتری کو
مفتری کہا جاوے تو اسکو گالیان اور فحش زبانی قرار دین اگر انکے نزدیک تثلیث پولوس کا افترا نہین
تو انکا فرض ہے کہ یہود کی کتب مین سے اور انبیاء کی تعلیم مین سے تثلیث کا کوئی ثبوت پیش کرین۔ ہر ایک سمجھدار
آدمی پولوس سے اسکے اس مشرکانہ تعلیم کے پھیلانے کی وجہ سے سخت بیزاری ظاہر کرے گا کیونکہ اس نے
ایک ایسا عقیدہ دنیا مین پھیلایا جو عقل اور سمجھ اور خدا کے کلام کے خلاف ہے اس عقیدہ کے شر اور فتنہ کو
قرآن کریم ان کپکپا دینے والے الفاظ مین بیان کرتا ہے "قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جائین اور زمین
ریزہ ریزہ ہو جائے اور پہاڑ چور چور ہو کر گر پڑین" قرآن کریم کے نزدیک شرک سے بڑھکر کوئی گناہ
دنیا مین نہین۔ اور تاریخ سے یہ صاف شہادت ملتی ہے کہ ان گھناؤنے عقیدونکا جو آج عیسائیت کی تہہ

ہو رہے ہیں بانی اصل میں پولوس ہی تھا۔ اب جیسا کوئی لفظ عین موقعہ پر چسپاں ہو تو اسکو گالی یا بدزبانی یا فحش کہنا حماقت ہے اور اگر محل اور موقعہ کے الفاظ بھی گالیوں کی تعریف کے اندر ہی آجاتے ہیں تو دنیا میں کوئی انسان گالیوں کے الزام سے بچ نہیں سکتا۔ اس کے ثبوت کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ کیا یسوع اپنے مخالفوں کو بیوقوف جاہل منافق اور ہر طرح کی بدیوں سے بھرے ہوئے نہیں کہتا تھا۔ اور پھر کیا اُسنے ان کو گدھے بھی کہا اور کتوں اور خنزیروں سے مشابہت دی۔ پھر ان کو سانپوں کے بیٹے کہا اور بالآخر بدکار اور حرامکار تک بھی کہدیا اور جن لوگوں کو وہ اسطرح خطاب کرتا تھا ان میں یہود کے بزرگ اور معزز علما اور کاہن اور فقیہ اور فریسی بھی موجود تھے اور انہیں میں سے وہ لوگ بھی تھے جن کو خود یسوع کی استادی کا فخر حاصل تھا۔ اگر عیسائی مصنف کو حضرت مرزا صاحب کے الفاظ میں ایسی ہی سختی نظر آتی ہے تو وہ اپنے دل میں یہی سمجھ چھوڑے کہ یہ مسیح سے مماثلت کیوجہ سے ہے ؟

اس سے بھی بڑھکر اس مناظر نے حضرت مرزا صاحب پر جھوٹے الزام لگائے ہیں مثلاً وہ کہتا ہے کہ "حق یہ ہے کہ آپ ہی کی انشاپردازی کی بدولت گبرو مسلمان کا چلن بگڑا" اور پھر لکھتا ہے کہ "آپ اس فن کے جگت استاد مانے جاتے ہیں" اگر اس شخص کو اپنی کتاب ہی دوبارہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا تو ضرور اسے کچھ شرم آجاتی اور شائد وہ ان باتوں کو خود ہی کاٹ دیتا۔ دیباچہ تو لکھنا ہی تھا اس نے یہ سمجھ لیا کہ جو کچھ مرزا صاحب کو برا بھلا کہہ لیا جائے یا جو کچھ الزام ان پر تھوپ لئے جاویں یہ سب نیکی کا کام ہے یا یہی خیال کیا ہوگا کہ اگر بدی بھی ہے تو یسوع کا خون کافی کفارہ ان سب باتوں کا ہو چکا ہے۔ اب عیسائی جو چاہیں کریں اور کہیں۔ بہت مدت اس سے پہلے کہ حضرت مرزا صاحب نے قلم ہاتھ میں لی ہو۔ عیسائی پادریوں کی طرف سے جنہوں نے بدقسمتی سے یہ وتیرہ بنا رکھا ہے کہ جن لوگوں کو تعلیم دینے کیلئے جاتے ہیں سب سے پہلے انکے بزرگان دین کو کوستا شروع کرتے ہیں ایسی تحریریں شائع ہو چکی تھیں۔ جن میں ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پرلے درجہ کی توہین آمیز اور فحش کلمات لکھے ہوئے تھے اور آپ کو ڈاکو۔ قاتل وغیرہ اور ان سے بھی بڑھکر گندے اور ناپاک الفاظ میں بیان کیا گیا تھا۔ ان تحریروں کے خلاف مسلمانوں میں اکثر جوش پیدا ہوتا رہا اسی طرح پر آریہ سماج کے بانی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے پہلے اسلام پر اسی رنگ کے حملے کئے جیسے پادری صاحبان کر رہے تھے اسی لئے مناظرات میں اس علم کلام کے (کہ مخالف کے مقدس بزرگوں کو گالیاں دیجائیں) ایجاد کا فخر پادری صاحبان کو ہی ہے اور انکے پیچھے قدم اٹھانیوالے آریہ صاحبان ہیں اگر مصنف کتاب ان واقعات کی تردید کر سکتا ہے تو ہم بڑی خوشی سے اپنی رائے کو واپس لینے کو تیار ہیں۔ غرضیکہ جب مرزا صاحب نے قلم اٹھائی تو انکے سامنے جواب کے لئے جو تحریریں تھیں وہ وہی تھیں جن کا ذکر اوپر ہوا جنسے مسلمانوں کی دلوں کو بڑے دُکھ پہنچ چکے تھے۔ باایں ہمہ صبر اور ضبط سے حضرت مرزا صاحب نے

ان حالات کے ماتحت عیسائی نوشتون کی تردید کی اور کوئی آدمی نہ کر سکتا تھا۔ آپنے عیسائیت کے اصول اور عقائد پر بحث کی اور عیسائیون کی طرح ذاتی حملے نہین کیئے لیکن ساتھ ہی اسکے یہ کسقدر مشکل تھی کہ صداقت پر جو پردے ڈالدئے گئے تھے ان سب کو اٹھا کر صداقت کا اظہار کیا جاتا لہذا یہ ضروری تھا کہ ایک غلط عقیدے کے ہر ایک نقص کو کھول کھولکر بیان کیا جاوے اور اس انسان کی ہر ایک کمزوری اور عیب کو واضح طور پر بیان کیا جاوے جسے خدا بنایا جاتا تھا۔ یہ باتین ہین جن کو عیسائی مصنف کتاب مخش بیانیان اور بد زبانیان بتاتا ہی لیکن ان کے بیان کرنیکے بغیر سچائی کا اظہار نہین ہو سکتا تھا۔ صداقت کو لوگونکے سامنے پیش کرنا کوئی آسان کام نہین ہی کیونکہ اسکے لئے ضروری ہوتا ہے کہ بطلان کا ہر ایک پہلو کھولکر دکھلایا جاوے صداقت مین کچھ نہ کچھ مرارت ضرور ہوتی ہی اور ہر ایک بڑے آدمی کی زندگی سے اسکا ثبوت ملتا ہی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرون مین کوئی سختی واقعات کو صحیح صحیح رنگ مین پیش کرنیسے بڑھ کر نہین ہی اور اگر عیسائی مصنّف کتاب ان الفاظ کا یسوع کے الفاظ سے مقابلہ کرتا تو وہ اس یقینی نتیجہ پر پہنچ جاتا کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہونیکی حیثیت سے خواہ کسی رنگ مین مسیح اول سے فضیلت کیے مدعی ہون لیکن اگر مسیح موعودؑ کی تحریرین جیسا کہ وہ پبلک کو یقین دلاتا ہے واقعی مخش بیانی کے معنون کے اندر آتی ہین تو پھر مخش بیانی مین انہین مسیح اول سے کوئی نسبت نہین اور اس بارہ مین یسوع کو مرزا صاحب پر یقینی فضیلت حاصل ہی سخت الفاظ مین جواب دینا اگرچہ مرزا صاحب نے اسکو بہت کم استعمال کیا اور وہ بھی اسوقت جب واقعات ایسے الفاظ کی تائید کرتے ہون تاہم بعض وقت ان کی ضرورت اسلئے بھی پڑ جاتی ہی کہ مخالف کو یہ احساس ہو جائے کہ انکے حملون سے اور زبان درازی سے جو وہ بے سوچے سمجھے کر رہا ہے فریق ثانی کو کس قدر دکھ پہنچتا ہے۔ مثلاً ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے وقت عیسائی معمولی بول چال مین ہی آپکو مفتری کہنے مین تامل نہین کرتے اور ان کی خاص تحریرین تو نہایت ہلکی توہین اور گندے الفاظ سے بھری ہوئی ہین لیکن جب حضرت مرزا صاحب نے پولوس کو مفتری کہا تو وہ غصّے سے بھر کر اسکو مرزا صاحب کی مخش بیانی قرار دیتے ہین اگر وہ چاہین تو اس سے انکو سبق حاصل ہو سکتا ہی کہ جب اُنکو خود انکے ایک ہم مذہب کو مفتری کہا جانے پر اسقدر رنج پہنچتا ہی تو ان توہین آمیز اور تحقیر کے کلمات سے جو لفظ مفتری سے کہین بڑھکر ہین جو عیسائی ہمارے سید و مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کرتے ہین مسلمانونکے دلونکو اس سے کس قدر دکھ پہنچتا ہے +

یہان ہم کتاب مذکور کی مفصل تردید نہین کرنا چاہتے ایک یا دو موٹی باتونکو لیکر ہم اسلام اور عیسائیت کی صداقت کا موازنہ کرنا چاہتے ہین۔ اور باقی باتونکو جو چھوٹے چھوٹے اعتراض اٹھائے گئے ہین پھر فرصت کے وقت ان پر کچھ لکھینگے جو یا تو الگ کتاب کی صورت مین ہوگا یا اسی رسالہ مین متواتر مضامین مین شایع ہو جائیگا۔ ہم اپنے عیسائی ناظرین سے عموماً اور پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی سے خصوصاً سچے دل سے یہ خواہش کرتے ہین کہ وہ ان باتون پر غور کرین اور انکو پہلے کیطرح ٹال نہ دین۔ عبد اللہ آتھم کے ساتھ جو امرتسر مین حضرت مرزا صاحب کا مباحثہ ہوا تھا اسمین آپنے ایک شرط تجویز کی تھی کہ ہر ایک فریق اپنے تمام دعاوی و دلائل اس کتاب سے پیش کرے جسکے لئے وہ خدا کیطرف سے ہونیکا مدعی ہی خواہ اُسکا مقصود اپنے مخالف کے

اصولون پر اعتراض کرنیکا ہو یا اپنے اوپر سے کسی حملے کے دفعیہ کا۔ اس شرط کو عیسائی مناظر بغیر کوئی معقول وجہ پیش کرنیکے پورا نہ کر سکے حالانکہ مرزا صاحب نے تمام مباحثہ مین اسی اصول کو مدنظر رکھا جیسا کہ مباحثہ کی رپورٹ سے عیان ہے۔ اب یہ اصول جو اسوقت مرزا صاحب نے تجویز کیا مباحثہ کا ایک نہایت ضروری اصول ہے۔ اور اس پر چلنے سے بہت ساری لمبی لمبی بحثین مختصر الفاظ مین ختم ہوجاتی ہین۔ اور اس امر سے کہ ایک آسمانی کتاب مین اپنی صداقت اور اپنے اصولون کے مخالف اصول کے بطلان کے تمام دعاوی و دلائل ہونے چاہئین کوئی سمجھدار آدمی انکار نہین کر سکتا۔ کیونکہ اگر ایک کتاب خود اپنے لئے کچھہ نہین کہہ سکتی اور اپنی صداقت کے دعاوی و دلائل سے خالی ہے تو اسکے موئیدین کی یہ محض حماقت ہے کہ اسکے لئے خدائی کتاب ہونیکا دعوے اپنی طرف سے پیش کرین کوئی شخص اس سے بھی انکار نہین کر سکتا کہ سچے اصول پر ان کی سچائی کے علم کے ساتھہ مضبوطی سے قائم ہونا۔ اور باطل اصول کے بطلان کو قطعی یقین کے ساتھہ معلوم کرلینا انسان کی اعلیٰ درجہ کی روحانی ضروریات مین سے ہین اور اسلئے جو کتاب انسان کی روحانی ضرورت کو پورا کرنیکا دعویٰ کرتی ہے یا پورا کرنیوالی سمجھی جاتی ہے اسکے ذریعہ یہ ضروریات بھی پوری ہونی چاہئین اگر یہ ان ضروریات کو پورا نہین کرتی تو باقی روحانی امور مین بھی اعتبار کے لائق نہین ٹھہر سکتی۔ درحقیقت یہ ایک ایسی صاف بات ہے کہ اس کی معقولیت سے کوئی عقلمند انسان انکار نہین کر سکتا کہ جن مذہبی عقائد کی کوئی کتاب تعلیم دیتی ہے ان کی صداقت کے اسی مین دعاوی و دلائل موجود ہونے چاہئین۔ اب ہم دیکھتے ہین کہ سوائے قرآن شریف کے اور کوئی کتاب ایسی نہین جس کے لئے آسمانی کتاب ہونیکا دعوے ہو۔ اور اس معیار کے رو سے سچی ٹھہر سکے قرآن شریف مضبوط دلائل اور یقینی ثبوتون کے ساتھہ خدا تعالیٰ کی ہستی۔ توحید۔ وحی الٰہی کی ضرورت انبیا کی بعثت کی ضرورت۔ فرشتون کا وجود۔ اور دوسرے تمام امور مثلاً بہشت و دوزخ وغیرہ اور عالم آخرت کے متعلق جتنے امور ہین ان سب کی سچائی کے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے اور ایسا ہی تمام جھوٹے عقائد کو دلائل سے رد کرتا ہے مثلاً عیسائیت۔ بدھ مذہب۔ برہمو مذہب۔ آریہ سماج یا کسی اور مذہب یا فرقہ کے جتنے جھوٹے عقائد ان امور کے متعلق ہین ان سب کا دلائل سے جواب دیتا ہے۔ ایسا وسیع علم اور اتنی بڑی ذمہ داری صرف الٰہی علم اور الٰہی طاقت ہی سے ہوسکتے ہین۔ باقی تمام کتابین جن کی نسبت آسمانی کتب ہونیکا دعویٰ کیا جاتا ہے اگر اس معیار کے رو سے انکو جانچا جائے تو اس دعوے مین جھوٹی ثابت ہوتی ہین اور اس طرح پر صرف قرآن کریم کے خدا کیطرف سے ہونیکے دعوے کو اپنی ناکامی سے ثابت کرتی ہین اگر عیسائی واقعی سچائی سے محبت رکھتے ہین اور عیسائی مذہب کو محض ایک تجارتی پیشے کیطور پر نہین چلانا چاہتے تو اسلام اور عیسائیت کے موازنہ کے لئے اس سے عمدہ اور کوئی ذریعہ نہین +

ایسا ہی عصمت انبیاء کا سوال ایک نہایت ہی آسان اور مختصر طریق سے حل ہوسکتا ہے عیسائی یہ کہتے ہین کہ سوائے یسوع مسیح کے باقی تمام نبی گنہگار ہین اور مسلمانون کا یہ دعویٰ ہے کہ جتنے انبیا ہین وہ سب معصوم ہین۔ ہم نے قرآن شریف سے ایسی آیات پیش کی تھین جنسے ثابت ہوتا تھا کہ قرآن شریف انبیاء کو عام طور پر بیگناہ

سمجھتا ہے اور عیسائیون سے یہ درخواست کی کہ اگر وہ قرآن شریف سے نبیون کی گنہ گاری کو ثابت کرنا چاہتے ہین تو کوئی ایسی آیت پیش کرین جس مین عمومیّت سے انبیاء کے گنہ گار ہونیکا ذکر ہو۔ اسکا جواب ابتک کوئی نہین دیا گیا۔ اگرچہ ڈیڑھ سو صفحے سے زائد کی کتاب ہمارے مضامین کی تردید مین لکھی گئی ہے یہ بحث اب اسقدر مختلف شاخون مین پھیل گئی ہے کہ چالاک مناظر بظاہر ہمارے دلائل کی تردید کرتے ہوئے بھی جسقدر ضروری اور اہم سوالات کو چاہین ٹال سکتے ہین اس مضمون مین جو مئی سنہ ۱۹۰۲ء مین عصمت انبیاء پر حضرت مسیح موعودؑ کیطرف سے نکلا تھا۔ آپنے اسوقت بھی ایک نہایت مختصر طریق اس مسئلہ کے فیصلہ کیلئے پیش کیا تھا جسکو عیسائی آج تک اس لئے ٹال رہے ہین کہ اس سے عیسائیت کا کچھ باقی نہین رہتا اسلئے ہم اب پھر اسے عیسائی ناظرین کے غور کے لئے پیش کرتے ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی نبی کے معصوم ہونے پر زور صرف اسلئے دیا جاتا ہے کہ تا یہ ثابت ہو جائے کہ وہ گنہ گارون کی خدا کے ہان شفاعت کر سکتا ہے۔ عصمت کے علاوہ شفاعت کیلئے اور بھی بہت سی ضروریات ہین جو عصمت سے بھی بڑھ کر ہین تاہم اگر کسی نبی کی شفاعت یقینی طور پر ثابت ہو جائے تو اس کی عصمت خود بطور نتیجہ ثابت ہو جائیگی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنے مضمون کے اخیر پر یہ لکھا تھا۔ "ان سب باتون کے بعد ہم یہ بھی دیکھتے ہین کہ آخرت کا شفیع وہ ثابت ہو سکتا ہے جس نے دنیا مین شفاعت کا کوئی نمونہ دکھلایا ہو سو اس معیار کو آگے رکھکر جب ہم موسیٰ پر نظر ڈالتے ہین تو وہ بھی شفیع ثابت ہوتا ہے کیونکہ بارہا اس نے اترتا ہوا عذاب دعا سے ٹال دیا۔ اسی طرح جب ہم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالتے ہین تو آپکا شفیع ہونا اجلی بدیہات سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ آپنے غریب صحابہ کو تخت پر بٹھا دیا اور آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اسکے کہ بت پرستی اور شرک مین نشو و نما پایا تھا ایسے موحد ہو گئے کہ جسکی نظیر کسی زمانہ مین نہین ملتی۔ اور پھر آپ کی شفاعت کا اثر ہے کہ ابتک آپ کی پیروی کرنیوالے خدا کا سچا الہام پاتے ہین۔ خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ مگر مسیح ابن مریم مین یہ تمام ثبوت کیونکر اور کہان مل سکتے ہین ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر اس سے بڑھکر اور زبردست شہادت کیا ہوگی کہ ہم اس جناب کے واسطے سے جو کچھ خدا سے پاتے ہین ہمارے دشمن وہ نہین پا سکتے۔ اگر ہمارے مخالف اس امتحان کی طرف آئین تو چندروز مین ہی فیصلہ ہو سکتا ہے مگر وہ فیصلہ کے خواہان نہین ہین۔"

اب ہم اگرچہ حضرت مسیح کو انبیاء مین شامل سمجھکر ان کو معصوم سمجھتے ہین لیکن عیسائیون کا یہ فرض ہے کہ جب وہ اسکے لئے دیگر انبیاء سے الگ عصمت قائم کرنا چاہتے ہین تو اس کی شفاعت کی مثالین مشہود و محسوس ہون بتائین۔ ہم امید کرتے ہین کہ کوئی عیسائی اس اصول کے ذریعہ حضرت مسیح کی شفاعت ثابت کرنے کا بیڑا اٹھائے گا +

یہ اصول کہ جو شخص آئندہ زندگی مین شفیع ہونیکا مدعی ہو۔ اسکی شفاعت کے نمونے اس دنیا مین ہی

بطور آیندہ کے ثبوت کے موجود ہونے چاہئیں قرآن شریف سے ہی لیا گیا ہے اور اس کی معقولیت بھی ظاہر ہے کیونکہ اگر اس اصول کو معیار قرار نہ دیا جائے تو ہر ایک مفتری جسے خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں آیندہ زندگی میں شفاعت کا دعویدار ہو سکتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ شفاعت کا کوئی نمونہ اس زندگی میں نہیں ہو سکتا اور شفاعت صرف بعد از موت ہی ہوگی تو یہ درحقیقت شفاعت کا ثبوت دینے سے انکار کرنا ہے۔اور طالبان حق ایسے دعویدار کی صداقت کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔قرآن شریف کے وعدے اور وعید ہمیشہ دوہرے ہوتے ہیں اور کسی وعدہ یا وعید کا اس دنیا میں پورا ہو جانا اسکے اس حصے کیلئے جو آخرت کے متعلق ہو بطور قطعی اور یقینی ثبوت کے ٹھہر سکتا ہے مثلاً قرآن شریف فرماتا ہے۔**انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا و یوم یقوم الاشھاد**۔یعنے ہم اپنے رسولوں کو اور مومنوں کو دنیا کی زندگی میں بھی مدد دیتے ہیں اور قیامت میں بھی دیں گے یہ ظاہر ہے کہ اگر اس زندگی میں کوئی مدد نہ دی جائے تو آخرت کی مدد کا وعدہ بھی سچا نہیں مانا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ خدا کے مرسل ابتدا میں بالکل بیکس اور تنہا ہوتے ہیں اور پھر آخر کار خدا تعالیٰ اسکے دشمنوں پر انکو فتح دیتا اور اپنی مدد بھیجتا ہے تا کہ ان کے پیروؤں کو یقین کامل ہو جائے کہ دوسرے دنیا کے متعلق جو وعدے نبی کرتے ہیں وہ سب سچے ہیں مثلاً جب اسرائیلی مصر سے بھاگے اور آگے بحیرہ قلزم اور پیچھے فرعون کے لشکر کو دیکھا تو انہوں نے یقین کر لیا کہ کوئی زمینی اسباب انکے بچاؤ کے باقی نہیں رہے اور وہ بالکل دشمن کے ہاتھ میں آ چکے ہیں عین اس وقت خدا تعالیٰ کی مدد نے انکا ہاتھ پکڑا اور ان کو سمندر میں سے امن سے گذار دیا اور انکے دشمنوں کو ہلاک کر دیا تب اسرائیلیوں نے یقینی طور پر سمجھ لیا کہ بے شک موسیٰؑ خدا کا رسول اور برگزیدہ ہے اور جو کچھ اس نے آخرت کے متعلق وعدے کئے ہیں وہ بھی سب سچے ہیں۔ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس سے بھی بڑھکر تائید الٰہی کے نمونے پیش کرتی ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو آپ پر اسقدر کامل اور مضبوط درجے کا ایمان تھا کیونکہ ان تمام وعدوں کو جو اس دنیا کے متعلق انکے ساتھ کئے گئے تھے پورا ہوتے دیکھکر انہوں نے یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لیا کہ آخرۃ کے وعدے بھی سچے ہیں اور خدا تعالیٰ کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا یہی وجہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ چونکہ مسیح بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تھے اس لئے تائید الٰہی نے انکو جب وہ گویا موت کے جبڑوں میں پہنچ چکے تھے بچا لیا اور صلیب کی لعنتی موت سے انکو نجات دی۔اگر ہم یہ مانیں کہ انکو اُسوقت خدا کیطرف سے مدد نہیں آئی۔تو ہم کو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ آخرت میں بھی انکو خدا کی مدد نہیں مل سکتی اس طرح پر انکی شفاعت بالکل جھوٹ ثابت ہوگی۔الغرض اگر عیسائی یسوع کی شفاعت کے مسئلے کو ٹھیک طور پر حل کرنا چاہتے ہیں جس ہی عصمت خود بخود ثابت ہو جائے گی تو انکا فرض ہے کہ اس زندگی میں یسوع کی شفاعت کے نمونے ثابت کریں اور چونکہ وہ دوسرے انبیاء کو گنہگار سمجھتے ہیں اس لئے انکا یہ بھی فرض ہے کہ دوسرے انبیاء کی شفاعت کے جو یہ صاف اور صریح نمونے ہم نے پیش کئے اُن کی کوئی معقول توجیہ کرکے دکھلائیں +

اسی طرح پر ایک اور علمی معیار اسلام یا عیسائیت کی صداقت معلوم کرنیکے لئے یہ ہے کہ عیسائی یہ دعوے کرتے ہین اور ملک مین اشتہار بھی دیتے ہین کہ خدا ان کی دعاؤنکو قبول کرتا اور انکا جواب دیتا ہے لیکن جب اسکا جواب مانگا جاتا ہے تو کچھ پیش نہین کرسکتے دنیا کو کس طرح معلوم ہو کہ وہ اس دعوے مین سچے ہین جبتک کہ وہ یا ان مین سے کوئی قبل از وقت یہ شایع نہ کرے کہ کسی خاص امر کے متعلق دعا کرنے پر خدا تعالی کی طرف سے اسکو یہ جواب ملا ہے اور پھر جب وہ امر اسی کے مطابق ہوگا تو دنیا خود سمجھ لے گی کہ واقعی خدا کیطرف سے یہ جواب ملا تھا اور اگر اسکے مطابق نہ ہوا تو یہ روشن ہو جائیگا کہ یہ لوگ اپنے دعوون مین جھوٹے ہین اس کے علاوہ مسیح موعودؑ کا یہ دعوے ہے کہ دنیا مین خدا تعالے میری دعا کو سب سے بڑھکر قبول کرتا ہے اور میری دعاؤن کا جواب دیتا ہے اور ان امور کو کئی دفعہ شایع کر چکے ہین اور اسکے ثبوت مین وہ بہت دفعہ ایسا بھی کر چکے ہین کہ ایک خاص امر پر خدا تعالے سے دعا کر کے اسکے جواب کو قبل از وقت شایع کیا اور پھر جس طرح شایع کیا گیا تھا عین اسی طرح وقوع مین آیا۔ لیکن عیسائی دنیا مین سے کسی شخص نے بھی ایک بھی ایسا نمونہ نہین دکھایا۔ مسیح موعودؑ کا یہ سچا دعوے ہے کہ دعا کے مقابلہ مین اس کی دعا خدا تعالے یقیناً قبول کریگا اور اسکے مخالف کی دعا کو رد کریگا۔ خواہ ساری دنیا اس کی مخالفت پر اکٹھی ہو اس رنگ مین بھی کوئی عیسائی آپکے مقابلہ کی جرأت نہین رکھتا یہ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ جب کبھی کسی متنازع فیہ مسئلے کے فیصلہ کیلئے کوئی آسان راہ پیش کیجاتی ہے تو عیسائی صاحبان اسے ٹال دیتے ہین لیکن کسی مذہب کے مقدس پیشواؤن کے متعلق نکتہ چینی اور عیب شماری کرنے مین سب سے بڑھکر قدم رکھتے ہین۔ صرف یہی نہین کہ وہ یہ نہ چاہتے ہون کہ صداقت ظاہر ہو بلکہ جہان تک ان سے ہو سکتا ہے وہ اسپر پردے ڈالنے کی بھی کوشش کرتے ہین۔ اور سچائی کو عمداً چھپاتے ہین۔

# "ترک اسلام کا جواب"

ایک نام کے مسلمان جنٹل مین نے کچھ عرصہ ہوا آریہ سماج کا مذہب اختیار کر کے ملک مین ایک شور ڈالا تھا۔ اس کی مذہبی تحقیقات کی صرف اس قدر شہادت ہمین ملتی ہے کہ اس نے شاید محنت کے ساتھ مختلف تحریرون سے ایک سو سولہ اعتراض اسلام کے خلاف جمع کئے ہین ان اعتراضون سے ہم صرف اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہین کہ اگرچہ اسکا نام ایک اسلامی نام تھا لیکن اس نے اسلام کے اصولونکو کبھی مطالعہ نہین کیا اور قرآن شریف کا اسے سطحی علم بھی نہین۔ اس کتاب کے جسکا نام ترک اسلام ہے چھپنے کے کچھ مدت بعد حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کے بعض دوستون نے ان سے التجا کی کہ وہ اس کتاب کا جواب

لکھیں چنانچہ انہوں نے ان کی اس التجا کو قبول کر کے کتاب شروع کر دی جو ۲۷ فروری گذشتہ کو مطبع سے نکلی ہے جیسا کہ اسکے مصنف کی شہرت سے امید کیجا سکتی تھی۔ یہ کتاب واقعی علم اور محنت کی ایک قابل قدر یادگار ہے۔ اس کتاب کا نام بھی اس کتاب کے مصنف کیطرح اسم بامسمےٰ نورالدین ہے اور تین سو سے زائد صفحوں پر لکھی گئی ہے۔ مصنف کتاب نے بڑی محنت کے ساتھ ہندو مذہب کی کتب مقدسہ کو پڑھا ہے۔ اور جستہ جستہ مقامات پر اسقدر ذخیرہ معلومات کا ان کتابوں میں سے پیش کیا ہے جس سے آریہ سماج کے اصولوں اور تعلیم پر اسکا پڑھنے والا نہایت عمدگی سے رائے لگا سکتا ہے انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ترک اسلام کا مصنف دھرم پال اس مذہب سے بھی محض جاہل اور بے بہرہ ہے جو اس نے اب قبول کیا ہے۔ کیونکہ اسکے اکثر اعتراض جو اس نے محض نادانی سے اسلام پر کئے ہیں خود سماج کی تعلیم پر بڑے زور سے پڑتے ہیں اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دھرم پال کو چونکہ اس نئے مذہب سے کوئی واقفیت نہ تھی اس لئے وہ ایسے اعتراضوں کے کرنے میں معذور تھا۔ لیکن کم از کم آریہ سماج کو ایسی کتاب شایع کرتے وقت شرم آنی چاہئے تھی۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کس قسم کے معترض ہیں جو مذہبی جوش اور عداوت میں تمام حدود سے باہر نکل جاتے ہیں اور تعصّب سے اندھے ہو کر اپنے مذہب کے اصولوں کو بھی بھول جاتے ہیں وہ اندھیرے میں پتھر مارتے ہیں اور ان میں سے بہت سارے اپنے ہی شیشے کے گھر و نکو جا توڑتے ہیں اسی طرح عیسائی پادریوں کا بھی حال ہے اگر یہ لوگ اعتراض کرنے میں کسیقدر غور سے کام لیتے اور دوسرے مذاہب کی ایسی باتوں پر ہاتھ ڈالتے جنسے وہ اپنے مذہب کو بری سمجھیں تو بیشک کچھ فائدہ بھی حاصل ہو سکتا تھا۔ ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اگر پادری اور آریہ سماجی اسلام پر اعتراض کرنے میں اس قاعدے کی پابندی اختیار کریں تو وہ اسلام کے خلاف کوئی بڑا اعتراض نہیں کر سکتے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ انکے اعتراضوں سے بھی آخر اسلامی اصولوں کی سچائی اور خوبی ہی اور بھی زیادہ چمک کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے۔ جہاں کہیں دشمن نے اسلام پر اعتراض کر کے زد کرنی چاہی ہے۔ وہیں صداقتوں کا ایک چھپا ہوا خزانہ ظاہر ہوا ہے اور نورالدین نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ درحقیقت جس جگہ تارک اسلام کی متعصّب آنکھ کو کوئی بدصورتی معلوم ہوئی ہے وہ درحقیقت خوبصورتی کی شاندار روشنی ہے۔

کتاب کے شروع میں ایک دیباچہ ہے جس میں بارہ فقرات ہیں جنمیں اور بہت سارے مضامین کے علاوہ مصنف کتاب نے ایسے چند اعتراضوں کا جواب دیا ہے جو اصلی اعتراضوں کے اندر نہیں آئے اور اسلئے اصل کتاب میں ان پر بحث نہیں آئی اور اسکے علاوہ آریہ سماج کی کتب مقدسہ اور قرآن شریف سے احکام جنگ اور عورتوں کے حقوق کا مقابلہ کر کے دکھلایا ہے اور اخیر میں تارک اسلام کی گندہ زبانی و دریدہ دہانی کو اسی کی اپنی کتاب سے ثابت کر کے دکھلایا ہے۔ سب سے پہلا فقرہ مذہب اسلام کی خصوصیت کو بیان کرتا ہے اسلام کا اصلی اور حقیقی سرچشمہ خود خدا تعالےٰ ہے جسکا نام اسلام قرآن شریف کی اس آیت میں آتا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ (پارہ ۲۸ حشر) یعنی وہی اللہ ہے جو کوئی معبود اور کاملہ صفات سے موصوف اُسکے سوا نہیں۔ وہ حقیقی بادشاہ ہر ایک نقص سے منزہ اور بے عیب اور سلامتی ہے اسلئے اسلام کے جتنے بڑے بڑے ارکان ہین ان سب مین یہی حفاظت اور سلامتی پائی جاتی ہے سچا مسلمان گناہ اور شیطان سے محفوظ کیا جاتا ہے اور وہ دل کی سچی طمانیت اور سلامتی رکھتا ہے اسلئے اسلام کا ثمرہ سلامتی اور حفاظت ہے اسلام کی اخیری منزل دار السلام ہے جہان ہر طرف سلامتی اور امن کی آرزو ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلَامٌ۔ (پارہ ۱۱ یونس) اسلام کے ظہور کے دو شہر مقدر تھے۔ ان مین سے اول جو اسلام کا مرکز ہے اور جہان سے اسلام کا جلال دنیا مین پھیلا وہ مکہ شریف ہے جسکے متعلق قرآن شریف مین ایسی زبردست پیشگوئی ہے جو بڑے سے بڑے دہریہ کو بھی خدا تعالے کے علم اور طاقت کا قائل کرتی ہے چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (پارہ ۴۔ آل عمران) یقیناً وہ پہلا گھر جو لوگوں کیلئے بنایا گیا وہ ہے جو بکہ مین ہے مبارک اور ساری دنیا کیلئے ہدایت۔ اس مین ظاہر نشان ہین مقام ابراہیم اور جو شخص اس مین داخل ہوا وہ امن پا گیا۔ یہان اسلام کے مرکز کیلئے امن کا وعدہ ہے جہان خدا تعالیٰ کا گھر بنایا گیا۔ سب سے بڑا فتنہ جس سے امن کی ضرورت تھی وہ دجال کا فتنہ تھا جسکے متعلق یہودی اور عیسائی نوشتون مین پیشگوئیان ہین لفظ دجال کے معنے مفتری یا جھوٹ کے پھیلانیوالے کے ہین اور ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ اس سے بڑھکر جھوٹ اور افترا اور کیا ہوگا کہ ایک عورت کے بیٹے کو خدا کہا جائے۔ اور پھر اس جھوٹ کے پھیلانے کیلئے روپیہ پانی کی طرح بہایا جائے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہین جو اس جھوٹے عقیدے کے پھیلانیوالون سے محفوظ رہا ہو لیکن خدا تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے اس پیش گوئی کے مطابق جو پہلے سے کر رکھی تھی یہی چاہا ہے کہ مکہ کا مقدس شہر اس عظیم الشان فتنہ سے محفوظ رہے۔ یہ انسان کی طاقت نہین کہ وہ اس قسم کی پیشگوئی کرے کہ کوئی خاص جگہ دنیا مین ہمیشہ کیلئے معزز رہے گی اور فتنون سے امن مین رہے گی۔ بہت سے مذاہب ہین جن کے متبرک مقامات یا تو بالکل تباہ ہو چکے ہین اور یا غیرون کے قبضے مین ہین مکہ کا امن مین رہنا ایک نہایت عظیم الشان پیشگوئی ہے جسکا پورا ہونا ساری دنیا اپنی آنکھون سے دیکھ رہی ہے پھر مکہ کو مبارک کہا گیا ہے اور ساری دنیا کیلئے ہدایت کہا گیا ہے۔ ایک ایسے وقت مین جبکہ مذہب اسلام ابھی ایک شہر مین بھی قائم نہین ہوا تھا۔ بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ آج مٹا یا کل مٹا۔ قرآن شریف نے مکہ کو ساری دنیا کیلئے ہدایت کہکر یہ پیش گوئی کردی کہ یہ پاک مذہب ساری دنیا مین پھیلیگا اور پھر ایک دوسری عظیم الشان پیشگوئی ہے کون انسان اسوقت یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ مذہب جو پاؤن کے نیچے روندا جا رہا ہے کسی وقت دنیا کے بڑے بڑے بڑا عظموں اور ملکون کا مذہب ہو جائیگا۔ ہان یہ طاقت ور خدا کا کام تھا۔ اور اسی طاقت سے اس نے اسکو پورا کرکے دکھایا ہے کسقدر شاندار پیشگوئی ہے لیکن ان لوگون کیلئے جو آنکھیں رکھتے ہین

لفظ مبارک جو مکے کیلئے استعمال کیا گیا ہے اس طاقتور پیشگوئی کا موید ہے اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ اسکا پاک شہر ہمیشہ دنیا میں بڑھتا رہیگا اور دنیا کے مختلف حصوں سے لوگ ہمیشہ وہاں جمع ہوتے رہیں گے۔ دوسری جگہ جو اسلام کے لئے بطور مظہر کے قرار دی گئی ہے مدینہ ہے اور اسکے لئے بھی اُسی طرح حفاظت کا وعدہ ہے جیسا کہ مکہ کے لئے +

اسلام کی پاک کتاب قرآن شریف ہے اور اسکے متعلق خدا تعالے فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۔ یعنے ہم ہی نے اس ذکر کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرینگے اس طرح پر خدا تعالے خود اس پاک کتاب کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے اور یہ پیشگوئی کرتا ہے کہ یہ ہمیشہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہے گی اگر اس کی حفاظت بھی انسانوں کے سپرد کیجاتی تو اس میں بھی اسی طرح تغیر و تبدل ہو جاتے جس طرح کہ دوسرے مذاہب کی کتب مقدسہ میں ہوئے ہیں لیکن قرآن شریف ہمارے ہاتھوں میں آج اپنی عبارت کے لحاظ سے اپنے الفاظ کے لحاظ سے اپنی ترتیب کے لحاظ سے بالکل وہی ہے جس طرح یہ نازل ہوا تھا اور ایک شوشے یا نقطے تک بھی اسمیں کچھ تغیر نہیں ہوا۔ یہ اسلام کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے جسکے ماننے سے اسلام کے دشمنوں کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ نہ صرف خود قرآن شریف ہی اس حیرت انگیز طریق سے محفوظ چلا آیا ہے بلکہ قرآن شریف کی زبان بھی تیرہ سو سال سے وہی زبان ہے اور اسی طرح پر محفوظ چلی آئی ہے اور اس زمانہ میں بھی خالص اور علمی عربی اسی زبان کو مانا جاتا ہے۔

ایسا ہی حفاظت کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بانی اسلام کی ذات پاک کی نسبت دیا گیا عرب میں آپکے ظہور کیوقت کسی آدمی کو مار ڈالنا ایک معمولی بات تھی بلکہ اسلام کے بعد بھی جبکہ ملک میں امن و حکومت کا اسلامی خلیفوں کے ماتحت پورا انتظام تھا۔ حضرت عمر۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم جو عظیم الشان بادشاہ ہو گئے حاکم تھے بڑی آسانی سے قتل کر دئے گئے۔ عرب کا تمام ملک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو گیا تھا۔ کیونکہ آپ خدا تعالے کی توحید کا وعظ کرتے تھے لیکن خدا تعالے نے یہ وعدہ دیا تھا واللہ یعصمک من الناس یعنے اللہ تجھے لوگوں سے بچاوے گا۔ اس عظیم الشان پیشگوئی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے دشمنوں سے بچایا گیا۔ آپ کے قتل کیلئے بارہا منصوبے کئے گئے اور آپکے قاتلوں کے لئے بڑے بڑے انعام مقرر کئے گئے اور بت پرست یہودی اور عیسائی آپ کو ہلاک کرنے کیلئے سب ایک ہو گئے اور وہ اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ جس طرح سے ہو آپ کو نیست و نابود کر دیا جائے لیکن خدا تعالے نے اپنے طاقتور ہاتھ سے آپ کی زندگی کی حفاظت کی بڑی پیشگوئی کو پورا کر کے دکھایا۔ اور آپکے تمام دشمنوں کو ناکام کیا۔ آپ کا کوئی محافظ سوائے خدا کی ذات کے نہ تھا لیکن چونکہ خدا آپکا محافظ تھا اور اسکا وعدہ تھا کہ میں بچاؤنگا اسلئے اس نے دشمنوں کے تمام منصوبے خاک میں ملا دئے۔ اور اس جگہ ہم اتنا اور کہنا چاہتے ہیں کہ یہی وعدہ حفاظت کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا آپ کے آخری خلیفہ کو بھی جو اسلام کا

مسیح ہو دیا گیا ہے جیسا کہ کل دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوگئی تھی اسی طرح مسیح موعودؑ کے بھی خلاف ہوگئی ہے اور بعض پر جوش ملاؤں نے آپکے قتل کے فتوے بھی دیدئے ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ نے بہت مدت اس سے پہلے جو دنیا آپ کے خلاف ہوگئی آپ کو وعدہ دیا تھا کہ میں تمہیں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ سے بچاؤنگا۔ اگرچہ وہ لوگ تجھے قتل کرنا چاہیں گے اور تیرے مار ڈالنے کے لئے منصوبے کرینگے۔ یہ سب وعدے اسی طرح پورے ہوئے ہیں جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پورے ہوئے اس میں شک نہیں کہ ہم انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت رہتے ہیں جہاں امن قائم ہے اور جہاں اسُ جنگ جو عرب کی سی حالت نہیں۔ جہاں کہ درحقیقت کوئی گورنمنٹ ہی نہ تھی۔ لیکن گورنمنٹ انگریزی کے پُرامن زمانہ میں بھی ہر روز ہندوستان میں قتل کے واقعات ہوتے ہیں۔ خود آریہ سماج کا بانی کہا جاتا ہے کہ کسی دشمن کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اور پھر آریہ سماج کا دوسرا بڑا لیڈر لیکھرام عین دن کے وقت لاہور کے ایک آباد اور پر رونق محلے میں قتل کیا گیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ پرامن اور مہذب ممالک میں ایسی آسانی سے قتل ہو سکتا ہے جیسا کہ جنگ جو اور وحشی اقوام میں+ اب اسوقت سے جبکہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونیکا دعوے کیا ہے ہر ایک مذہبی فرقہ کھلے طور پر آپ کا دشمن ہو گیا ہے پادریوں نے آپکے خلاف اعانت قتل کا ایک مقدمہ کھڑا کیا جس میں آریوں اور مسلمانوں نے ان کو مدد دی لیکن خدا تعالےٰ نے انکے منصوبوں کو نامراد کیا۔ اور آخر یہ ثابت ہوا کہ یہ مقدمہ جھوٹا گھڑا گیا ہے جب لیکھرام قتل ہوا تو آریوں میں مسیح موعودؑ کے خلاف سارے ملک میں ایک جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ اس کا قتل سارے واقعات میں عین اس پیش گوئی کے مطابق ہوا جو پانچ سال پہلے مسیح موعودؑ کی طرف سے شائع ہو چکی تھی۔ چنانچہ اسی لئے آپکے گھر کی تلاشی بھی لی گئی لیکن دشمن کوئی نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مولویوں کا جوش آپکے خلاف اسوقت بہت بڑھا ہوا تھا جبکہ آپنے مسیح موعود ہونیکا دعوے کیا اور غازی مہدی کے آنیکے عقیدے کو کھلے طور پر رد کیا۔ اور ان میں سے بعضوں نے جو اپنے جوش میں دیوانگی کی حد تک پہنچے ہوئے تھے یہ فتوے بھی دئے کہ آپکے اور آپکے پیروؤں کے مال و متاع لوٹ لینا اور آپ کو قتل کر دینا درست ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے ہر موقعہ پر آپ کو بچایا کیونکہ ان واقعات سے بیس سال پہلے وہ خود ان تمام واقعات کی اور آپکے ان تمام منصوبوں سے بچائے جانے کی خبر دیچکا تھا۔ یوں ایک اور عظیم الشان پیش گوئی حفاظت اسلام کے متعلق پوری ہوئی

الغرض نورالدین نے یہ دکھایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اسلام کے متعلق ہر ایک ضروری امر میں شفاعت اور سلامتی کا وعدہ فرمایا ہے اور اسی لئے سچا مسلمان بھی محفوظ ہے+

ترک اسلام میں اکیس سوال اعتراض ہیں۔ اور نورالدین نے ترتیب کے ساتھ ہر ایک کا مفصل جواب دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترک اسلام کے مصنف کے پاس یا تو اسقدر وقت نہ تھا اور یا اسقدر قابلیت

نہ تھی کہ وہ اپنے اعتراضونکو کسی ترتیب سے پیش کرتا۔ بعض جگہ ایک ہی اعتراض کو کئی دفعہ پیش کیا گیا ہے۔ اور بعض اعتراض جو ایک جگہ اکٹھے ہونے چاہیئے تھے ساری کتاب مین بکھرے ہوئے ہین۔ بعض وقت ایک ہی اعتراض کے اندر بہت سارے اعتراض بھر دئے ہین مثلاً اخیری اعتراض مین چالیس مختلف اعتراض ہین جن مین سے اکثر پہلے بھی آچکے ہین۔ نورالدین کے فاضل مصنف نے ان اعتراضات کا جواب دینے مین تعجب انگیز استقلال اور علمیت دکھلائی ہے اور اکثر اوقات ایک ہی اعتراض کے بار بار آنے سے جوابون مین مختلف پیرائے اختیار کئے ہین اور نئے نئے رنگ کے جواب دئے ہین اگرچہ غیر ضروری طوالت کے روکنے کیلئے بعض جگہ پہلے جوابون کے حوالے بھی دیدئے گئی ہین۔ یہ کتاب صرف اعتراضونکے جواب ہی نہین دیتی بلکہ پڑھنے والیکے سامنے اسلام کی سچائیون اور خوبیون کا ایک وسیع علمی ذخیرہ پیش کرتی ہے۔

سب سے پہلا اعتراض لفظ مکر کے متعلق ہے جو خدا تعالی کی نسبت آیت ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین + مین استعمال ہوا ہے اور اسی قسم کے اعتراض نمبر دو۲۔ چار اور تیرہ۱۳ الفاظ کید بأس اور استہزا کے متعلق ہین۔ وہ فاضلانہ اور وسیع جواب ان اعتراضونکے جو کتاب مین دئے گئے ہین۔ انکو ہم اس جگہ پورے نقل نہین کر سکتے کیونکہ اسقدر جگہ کی وسعت ہمارے پاس نہین لیکن ایک مختصر خلاصہ کے طور پر مندرجہ ذیل دلایل سے جوابون کی کیفیت کا ایک ناکمل سا نقشہ ناظرین کے لئے پیش کرتے ہین۔ دھرم پال نے بڑی بدزبانی کے ساتھ مسلمانون کے خدا کے متعلق یہ کفر کے کلمات بکے ہین کہ وہ مکار۔ فریبی۔ مکارون کا مکار۔ فریبیونکا فریبی۔ دھوکے باز لڑاکا مسخرا۔ مخولیا۔ ٹھٹول۔ بھنگڑ ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

پہلے یہ دکھایا گیا ہے کہ ان ناپاک اور گندے الفاظ مین سے کوئی لفظ بھی قرآن شریف مین نہین آیا اور نہ اس پاک کتاب سے بطور نتیجے کے ہی کوئی ایسا نام خدا کا پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کبھی کسی مسلمان نے قرآن کریم کے کسی لفظ کے ایسے معنے سمجھے ہین۔ اسکے بعد پھر یہ دکھایا گیا ہے کہ جو معنے الفاظ مکر۔ کید۔ وغیرہ کے عربی زبان مین آتے ہین۔ ان کو معترض نے عمداً اور بدنیتی سے چھوڑ کر ایک نئے اور بگڑے ہوئے معنے جو کہ ان الفاظ کے ہندوستان مین لئے جاتے ہین اُنپر لگائے ہین اسکے بعد وہ اصول قائم کیا گیا ہے جو الفاظ کے معنے کرنے مین برتنا چاہیئے۔ یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن کریم خدا تعالے کے متعلق اعلے درجہ کے صفات اور اسمائے حسنے بیان کرتا ہے۔ قرآن شریف مین اللہ تعالے کو ہر ایک کمال ہر ایک خوبصورتی۔ ہر ایک فوقیت۔ ہر ایک نیکی اور ہر ایک خوبی کا جو قیاس مین آسکتی ہو مالک بیان کیا گیا ہے۔ اور اسکو ہر ایک نقص سے اور ہر ایک عیب اور کمزوری سے پاک اور منزہ بتایا گیا ہے۔ اسکو کسی چیز کی مثل نہین کہا جا سکتا کیونکہ قرآن شریف فرماتا ہے لیس کمثلہ شیء اور پھر

بار بار قرآن شریف مین یہ تاکید کیگئی ہو کہ تم خدا تعالے کے نام کی تسبیح و تقدیس کرو ........ اور اس کی پاکی بیان کرو اور اسکے اچھے نامون سے اسے پکارو۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ واللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا۔ اللہ کے اچھے نام ہین ان نامون سے اسے پکارا کرو۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف ایسے آدمی کو ناپاک سمجھتا ہے جو اسکے لئے گندے اور برے نام تجویز کرے ان صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ خدا تعالے مین وہ تمام صفات بھی بھرے ہوئے دکھلائے گئے ہین جو کسی ادنی سے ادنی آدمی مین پائے جاتے ہین محض حماقت یا شرارت ہے۔ اگر عرب ان الفاظ کے وہ معنے سمجھتے جو تعصب سے اندھا معترض ان پر لگانا چاہتا ہے۔ تو وہ اسلام کی تعلیم کو کیون کر قبول کرتے۔ علاوہ ازین یہ بھی ثابت کیا گیا ہو کہ خود آریہ سماج کے بانی نے الفاظ کے معنے کرنے مین ایسے قاعدے تجویز کئے ہین جو انہی اصولون کے مطابق مین جن کو اسکا بنا مرید بڑی جرأت سے قرآن شریف کے معنے کرتے وقت رد کرتا ہے۔ بالآخر ان مختلف الفاظ کے معانی مستند اور معتبر لغت کی کتابون سے جیسے راغب۔ ابن الاسیر۔ اور لسان العرب دکھلائے گئے ہین الفاظ مکر اور کید کے معنے باریک اور مخفی تدابیر کے ہین۔ (یا جیسا کہ لین پول کی عربی انگریزی ڈکشنری مین جو آٹھ جلدون مین ہے یہ معنے ہین کہ کسی کام کے کرنے یا کسی انتظام مین ہنر یا تدبیر کو اعلی درجہ کے غور اور سوچنے کے بعد کام مین لانا وغیرہ۔) معترض کی حماقت یہ ہے کہ وہ مناسب معنون کو مناسب موقعون پر نہین لگاتا۔ یہ الفاظ اچھے معنون مین بھی لئے جاتے ہین اور برے معنون مین بھی لئے جاتے ہین لیکن ظاہر ہے کہ جب انکا استعمال خدا تعالے کے لئے ہوگا جسکے متعلق قرآن شریف مین یہ صاف اور صریح الفاظ ہین کہ اسکے سب نام اچھے اور خوبی کے ہین اور کہ وہ ہر ایک کمال اور ہر ایک خوبی کو اپنے اندر رکھتا ہے اور ہر ایک نقص اور عیب سے پاک اور منزہ ہو تو اچھے معنون کے سوائے دوسرے معنے ہرگز نہین لئے جا سکتے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو بیان کرکے دکھایا گیا ہے کہ کیونکر یہ معنے ان واقعات کے عین مطابق ہین لفظ بأس کے معنے آیت واللہ اشد بأسا مین انہین لغتون کی بنا پر عذاب کے ثابت کئے گئے ہین اور ایسا ہی لفظ استہزا کے معنے آیت اللہ یستہزئ بہم مین استحقار اور اہانت کے دکھائے گئے ہین افسوس ہو کہ گنجایش کے نہ ہونیکی وجہ سے پورے جواب ہم نقل نہین کر سکتے یہ چند سطرین بارہ صفحون سے زائد کا خلاصہ ہین۔ اور اسلئے اصل کی وسعت اور دلچسپی کا بڑا حصہ ان مین مفقود ہے۔

اگر گنجایش کافی ہوتی تو ہمارا دل چاہتا تھا کہ کسیقدر اور جوابات کے خلاصے درج کرتے۔ اگر ضرورت ہوئی اور خدا نے چاہا تو پھر کسیوقت دیکھا جاویگا۔ ایک بات ترک اسلام مین غور کے قابل ہو کہ جس صورت مین تارک نے ترک اسلام کے صحیح یا غلط وجوہ پیش کئے تھے اور ۱۱۶۔ اعتراض

جمع کرنیکا اس کو موقعہ مل گیا تھا۔ تو اس نے وہ وجوہات کیون چھپالئے ہین جن کے سبب سے اُس نے آریہ سماج کے مذہب کو اختیار کیا یا جن پر وہ آریہ سماج کو دیگر مذاہب پر فوقیت دیتا ہے تارک نے یہ نہین بتایا کہ اسے یہ اطمینان کیونکر ہو گیا کہ ہزارہا سال تک ہندو ویدون کے معنے کرنے مین غلطی میں پڑے رہے اور جہان تک تاریخ سے پتہ لگ سکتا ہے کسی کو صحیح معنون پر اطلاع نہ ہوئی لیکن خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے سوامی دیانند کو ان معنون پر اطلاع ہو گئی اور نہ ہی اس نے یہ بتایا ہے کہ کیون اس نے پنڈت دیانند کے خدا کو جس کے قدیم سے دو ہمسر مادہ اور روح چلے آتے ہین۔ جس نے کوئی چیز پیدا نہین کی اور جسکا علم اور طاقت بھی ناقص ہین۔ مسلمانون کے قادر اور علیم خدا پر جو ہر شے کا خالق ہے ترجیح دی۔ اور نہ تارک نے یہ بھی بیان نہین کیا کہ کیون اس نے نیوگ کے ناپاک عقیدہ کو جو معمولی سمجھ کے لحاظ سے اور ایک عدالت کے فیصلہ کے لحاظ سے زنا کے ہم معنے قرار پا چکا ہے۔ اسلام کی اس پاک تعلیم پر ترجیح دی جس کے رو سے یہ حکم ہے کہ تم بیگانہ عورت کیطرف آنکھین اٹھا کر بھی نہ دیکھو اور ایک اور بات بھی جو تارک کو بیان کرنی چاہئے تھی وہ بھی اس نے بیان نہین کی کہ کیون اس نے آریہ سماج کی عارضی مکتی کو جو شدرہ اور سؤر بننے کے بعد ملتی ہے اسلام کی دائمی نجات پر ترجیح دی جس کی نسبت لکھا ہے کہ وما ہم منہا بمخرجین کہ وہ کبھی اس سے نکالے نہین جاوینگے۔ ہم خیال کرتے ہین کہ ایک ایسے مقابلہ کو پبلک زیادہ پسند کرتی بجائے اندھا دھند اعتراضون کے جو تارک نے بغیر اسلام کے اصول کے مطالعہ کرنیکے کر دئے ہین +

کتاب نور الدین جو ایک بڑی ضخیم کتاب ۳۲۰ سے زائد بڑے صفحو نپر ہے۔ مولوی حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور سے صرف ۸ کو مل سکتی ہے (محصولڈاک ۲ر) قیمت کم اسلئے رکھی گئی ہے تا سب مسلمان اسے پڑھکر فائدہ حاصل کر سکین +

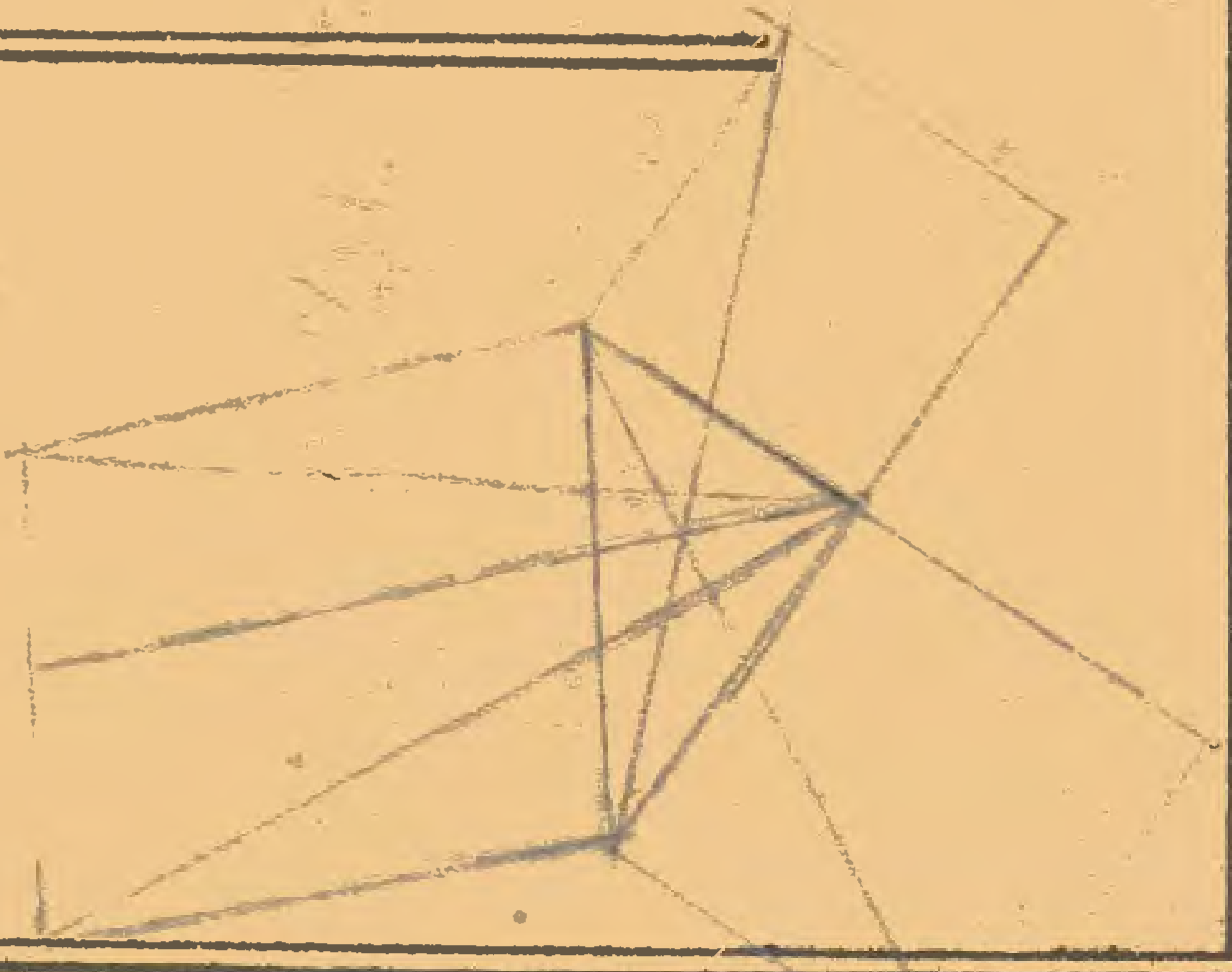

# اعلان

(۱) باوجود کئی ماہ کی متواتر یاددہانی کے بقایاء چندہ کی ادائیگی کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ حالانکہ اب سال رواں کو بھی تین ماہ گذر چکے ہین۔ لہذا مکرر تاکیدی عرض ہے۔ کہ اب جن جن خریداران کے ذمہ جس قدر بقایا ہے وہ جلد تر بھیجکر بیباقی حساب کرین۔ ورنہ کم از کم اطلاع دیوین کہ کب تک ان کی جانب سے بقایا واجب الوصول ادا ہوسکیگا یا کب انکے نام وی پی بھیجا جاوے۔

(۲) جملہ خریداران خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھا کرین۔ نمبر خریداری نہ لکھنے کیصورت مین توقف یا عدم تعمیل کی شکایت بیجا تصور ہوگی۔

(۳) جملہ روپیہ خواہ مد خیراتی کا ہو یا اعانت کا یا خریداری کا بنام منیجر میگزین آنا چاہئے اور روپیہ بھیجتے وقت اس امر کی تشریح ہونی چاہئے کہ آیا مدات بالا مین سے کس مد کا روپیہ اور کس سال کی بابت ہے +

(۴) سابقہ سالہا کے ختم شدہ پرچہ جات دوبارہ چھپائے گئے ہین کام طبع ثانی قریب الختم ہے جدید خریداران جلدی درخواست ہائے بھیجین ورنہ بصورت توقف دوسری ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔ جن خریداران کو بعض سابقہ نمبر نہین ملے وہ بغیر یاددہانی ان کی تضمین ارسال ہونگے + منیجر۔

**ہنسنے والا چہرہ** عمدہ صحت کا ایک اچھا نشان ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ صحت اچھی رہے۔ اور دماغی قلبی طاقت درست رہے تو

**جوہر عنبری** کا استعمال فرمائیے جو یاقوت مرجان مشک عنبر زہر مہرہ۔ مروارید۔ زعفران وغیرہ قیمتی مقوی دواؤں سے خالص تیار ہوتی ہیں جن کے کھانے سے طبیعت ہشاش بشاش رہتی اور خیالات خوش پیدا ہوتے ہیں۔ غم و حزن بھولے سے بھی پاس نہیں آنے پاتے۔ انسان کی زندگی تندرستی اور طاقت کے لئے ان سے بہتر کوئی دوا نہیں۔ تقویت اعضاء رئیسہ کے لئے بے مثل ہیں۔ ناتوانائی کی بیماریاں ان کے استعمال سے دور ہوتی ہیں۔ معدہ کو درست اور خون کو زہریلے مواد سے صاف اور تمام جسم کے اعصاب کو قوی اور مضبوط بناتی ہیں۔ وبائی بیماریوں کو روک دیتی ہیں۔ انسانی روح اور قلب سے خاص مناسبت رکھتی ہیں۔ عقل ہوش و حواس۔ حافظہ ذہن وذکا کو ترقی دیتی ہیں۔ کسل اور تکان کو زائل کرتی ہیں ضعف دل کو نفع پہنچاتی ہیں۔ قیمت ڈبیہ للعہ

**عجیب و غریب مرہم ہے الہروف مرہم عیسیٰ** اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پر تاثیر تیر بہدف ہر قسم کے زخموں جراحتوں چوٹوں گلٹیوں۔ خنازیر۔ سرطان۔ طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑوں پھنسیوں ناسوروں۔ گنج خارش۔ بواسیر اور طرح طرح کی جلدی بیماریوں۔ ہاتھوں کے سردی سے پھٹ جانے۔ جانوروں کے کاٹ لینے جل جانے اور عورتوں کے خطرناک امراض۔ سرطان رحم وغیرہ کے لئے ہزارہا سال کا مجرب مقدس ہر طبقہ کے حکماء کا متفقہ با برکت علاج چاہتے ہیں تو یہ مبارک مرہم اس کارخانہ سے منگائیے جو اس کو خالص اجزا سے تیار کرنے کا ذمہ وار ہے۔ طبی جہان اس کی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے۔ یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسیٰ کے دنیا بھر میں اور کہیں نہیں بنتا۔ مرہم کیا ہے سچ مچ کا معجزہ ہے جس نے تمام جہان کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے قیمت ڈبیہ ۱۲ اور عہ

**پاکٹ کیس ادویات** اکثر جانیں طبیب اور علاج کے بر وقت نہ پہنچنے سے سخت تکلیف برداشت کرتی اور بعض وقت بے بسیرت ہلاک ہو جاتی ہیں اس دردناک حالت کو دیکھ کر ہم نے یہ پاکٹ کیس تیار کیا ہے اور اس میں مختلف پچاس ساٹھ کثیر الوقوع مرضوں کے علاج کے لئے وہ زود اثر نشانہ بے خطا کی طرح عمل کرنے والی دوائیں رکھی ہیں جن سے بڑھ کر ڈاکٹری و یونانی طب اس وقت تک کچھ ثابت نہیں کر سکی یہ پاکٹ کیس ایسا بنایا گیا ہے کہ جیب میں بھی رہ سکے اور دوائیوں کی مقدار اس میں اس قدر ہے کہ دو اڑھائی سو آدمیوں کے لئے کفایت کر سکیں ایک کتاب اس کے ہمراہ ہے اور ہر طرح سے ایسی آسانی کی گئی ہے کہ شد بد جاننے والا انسان بھی اس کو سمجھ کر پورے طبیب کا کام دے سکتا ہے اور ادویہ کے استعمال بروقت سے جان مریض کو خطرات معلقہ سے بچا سکتا ہے۔ اس لئے اس پاکٹ کیس کا ہر انسان کے پاس ہونا ضروری ہے۔ گھر میں سفر میں جنگل میں مفصلات میں غرض ہر جگہ اس کو اپنے ساتھ رکھیں قیمت صہ علاوہ محصول

| | | |
|---|---|---|
| عمدۃ التقویم سنہ ۱۹۱۶ء معہ فہرست ادویات مفت | **حکیم محمد حسین اینڈ برادرز مالکان کارخانہ مرہم عیسیٰ لاہور** نولکھا | اسے طلب کرو رسالہ آئینہ صحت نما مفت |


# "ضروری استدعا"

Digitized by Khilafat Library

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پٹینٹ یا غیر پٹینٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اور اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہ ہونے کے باعث انہیں کسی اور شہر سے ادویات منگوانی پڑیں وہ بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانٹیر میڈیکل ہوس پشاور بازار قصہ خوانی سے منگوائیں۔ یہ دکان میرے متعلق ہے۔ انہیں کوئی نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے + .......... المشتہر۔ خواجہ کمال الدین وکیل پشاور

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضلدین صاحب طبع ہوا۔